© rasailojaraid.com

حدود آرڈی نینس

ویمن ایڈ ٹرسٹ پاکستان

(تیسری اور آخری قسط)

خلفائے راشدین کا عمل اور فقہائے امت کا اتفاق:۔

آپ ﷺ کے دور کے بعد چاروں خلفائے راشدین نے نہ صرف اس سزا کے شرعی ہونے کا بار بار اعلان کیا بلکہ اپنے اپنے دور میں یہ سزا نافذ بھی کی۔ صحابہ کرام اور تابعین میں یہ مسئلہ بالکل متفق علیہ تھا کسی ایک شخص کا بھی کوئی قول ایسا موجود نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ کسی کو اس سزا کے ثابت شدہ حکم شرعی ہونے میں کوئی شک تھا۔ ان کے بعد بھی تمام زمانوں اور ملکوں کے فقہائے امت اس بات پر متفق رہے ہیں کہ جرم زنا شادی شدہ شخص کے لئے سنگسای کی سزا سنت ثابتہ ہے اور کوئی صاحب علم اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ امت مسلمہ کی پوری تاریخ میں سوائے خوارج اور بعض معتزلہ کے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا اور ان کے انکار کی وجہ بھی یہ نہیں تھی کہ وہ اسے سنت متواترہ سے ثابت نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کا کہنا یہ تھا کہ چونکہ مذکورہ آیت میں ہر طرح کے زانی کی سزا 100 کوڑے مقرر کی گئی تھی لہٰذا شادی شدہ زانی کے لئے الگ سزا تجویز کرنا قانون خداوندی کے خلاف ہے حالانکہ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ قرآن کے الفاظ جو وزن رکھتے ہیں وہی وزن ان کی تشریح کا بھی ہے جو آپ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔ خوارج اور بعض معتزلہ کی دلیل کو درست نہیں کہا جاسکتا کیونکہ بے شمار قرآنی احکامات ایسے ہیں جن کی تشریح ہمیں سنت سے ملتی ہے مثال کے طور پر قرآن مجید میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم مطلق ہے اور کہیں بھی چوری شدہ چیز کی حد مقرر نہیں کی گئی۔ اس کی تشریح ہمیں سنت سے ملتی ہے اگر سنت میں مذکورہ تشریح کو درخور اعتنا نہ سمجھیں تو ایک سوئی یا ایک بہت معمولی چیز کی چوری پر بھی ہمیں چور کا ہاتھ کاٹنا پڑے گا۔ اسی طرح قرآن مجید میں محرمات کے ذکر میں صرف رضاعی بہن اور رضاعی ماں کو محرم قرار دیا گیا ہے جبکہ رضاعی بیٹی کی حرمت سنت میں مذکور ہے اسی طرح قرآن مجید میں صرف دو بہنوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے جب کہ خالہ بھانجی اور پھوپھی بھتیجی کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنے کے بارے میں کوئی حکم قرآن میں مذکور نہیں۔ اس کا حکم بھی ہمیں سنت میں ملتا ہے اسی طرح قرآن مجید ہمیں حکم دیتا ہے کہ خرید وفروخت کرتے وقت گواہ بنالو۔ اب اگر ہم خوارج اور معتزلہ کے استدلال کو صحیح مان لیں تو وہ تمام خرید وفروخت ناجائز ہوجاتی ہے جو دن رات ہماری دکانوں پر گواہوں کی غیر موجودگی میں ہوتی ہے یہ صرف چند مثالیں ہیں اس طرح کے بے شمار مثالیں ہمیں قرآن میں ملتی ہیں۔ (۱۳) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سنت میں مذکور سنگساری کے تمام فیصلے سورۃ نور کی مذکورہ آیت کے نزول سے پہلے کے ہیں لیکن یہ سوال بھی محض ایک غلط فہمی کا نتیجہ ہے احادیث کے مطالعے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ سورۃ نور کی مذکورہ آیت کے نزول کے بعد بھی آپ ﷺ نے سنگسار کا حکم نافذ فرمایا۔ سورۃ نور کا نزول 5 ہجری میں غزوہ بنو المصطلق کے بعد اس وقت ہوا جب بعض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منافقین نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تھی جب کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں رجم کا جو سب سے پہلا واقعہ ہوا تھا وہ یہودیوں کا وقعہ تھا جو 8 ہجری میں فتح مکہ کے بعد پیش آیا۔ اس سلسلہ میں ایک خیال یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ مذکورہ آیت میں بیان کردہ سزا عام ہے جس میں شادی شدہ یا غیر شادی شدہ میں کوئی فرق نہیں ہے اگر مذکورہ بالا احادیث کی بنیاد پر سنگساری کی سزا کو حکم شرعی مان لیا جائے تو اس سے لازم ہو جائے گا کہ حدیث نے قرآن کریم کی اس آیت کو منسوخ کر دیا حالانکہ حدیث کے ذریعے قرآن کریم کی کسی آیت کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا نیز یہ خیال کہ سنت میں شادی شدہ زانی کے لئے سنگساری کی جو سزا تجویز کی گئی ہے وہ سورۃ نور کی مذکورہ آیت سے متصادم ہے، بھی غلط فہمی کا نتیجہ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ سورۃ کی مذکورہ آیت عام ہے اور سنت میں مذکور حکم خاص صورت کے ساتھ مخصوص ہے فقہ کا اصول یہ ہے کہ جہاں ایک جگہ حکم عام ہو اور دوسری جگہ خاص تو ان کو نہ تو باہم متصادم سمجھا جائے گا اور نہ ہی یہ کہا جائے گا کہ ایک قانون نے دوسرے قانون کو منسوخ کر دیا اس کی دو توجیہات ممکن ہے ایک یہ کہ سنت نے سورۃ نور کے حکم کو نہ تو منسوخ کیا ہے اور نہ ہی تخصیص کی ہے بلکہ وہ اپنے عموم پر برقرار ہے البتہ شادی شدہ زانی بیک وقت دونوں سزاؤں کا حقدار ہوتا ہے۔ قرآن کی رو سے کوڑوں کا اور سنت کی رو سے سنگساری کی سزا کا۔ لیکن فقہ کا اصول یہ ہے کہ ''چھوٹی سزا بڑی سزا میں مدغم ہو جاتی ہے'' لہٰذا عملاً صرف سنگساری کی سزا دی جائے گی قرآن کے عموم کی تخصیص سنت متواتر کے ذریعے بالاجماع جائز ہے اور اس مسئلہ پر کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ (۱۴)

اس بحث کی مثال اگر ہم موجودہ دور سے لینا چاہیں تو تعزیرات پاکستان کی دفعہ نمبر 379 چوری کی سزا 3 سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں تجویز کرتی ہے اس میں ہر طرح کا چور شامل ہے خواہ اس نے کسی رہائشی مکان سے چوری کی ہو یا دکان سے۔ جب کہ دفعہ نمبر 380 میں یہ کہا گیا ہے کہ جو شخص کسی رہائشی مکان میں چوری کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا 7 سال قید تک ہو سکتی ہے اس دفعہ میں ایک خاص قسم کی چوری کا ذکر ہے جو دفعہ نمبر 379 کے عموم میں بھی میں داخل تھی۔ تو کیا اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ دفعہ 380 دفعہ 379 سے متصادم ہے یا دفعہ 380 نے دفعہ 379 کو منسوخ کر دیا ہے۔ یہی صورت حال زانی کی سزا کے سلسلہ میں واقع ہوئی ہے۔ (15)

کیا سنگساری اور کوڑوں کی سزائیں ظالمانہ ہیں؟

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حدود کی سزائیں ظالمانہ اور سخت ہیں اور بعض لوگ تو انہیں وحشیانہ بھی قرار دیتے ہیں۔ انسانی نفسیات یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں فائدے اور نقصان کا موازنہ کرتا ہے اگر فائدے کا پہلو غالب ہوتا ہے تو کر گزرتا ہے اور اگر نقصان کا پہلو غالب ہوتا ہے تو گریز کرتا ہے چنانچہ انسان ارتکاب جرم میں بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھتا ہے اگر اسے فائدے کی امید زیادہ ہو اور سزا کی کم تو وہ اس جرم کا ارتکاب کر گزرے گا اور اگر اس کی سزا شدید ہوگی تو وہ اس جرم سے دور رہے گا۔ شریعت اسلامیہ نے اسی انسانی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے سزائیں مقرر فرمائی ہیں۔ جو جرائم معاشرے کے لئے خطرناک ہیں ان پر نرمی برتنا معاشرے کے لئے زیادہ نقصان دہ ہو سکتا ہے اس لئے اس میں زیادہ سخت سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ (16)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنگساری کی سزا:۔

جہاں تک سنگساری کی سزا کا تعلق ہے اس کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ ایک تکلیف دہ طریقہ ہے یہاں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ سنگساری کی سزا دراصل سزائے موت ہی ہے اور قوانین عالم میں متعدد جرائم کی سزا موت تجویز کی گئی ہے سزائے موت کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جاتے ہیں مثلاً پھانسی دینا، تلوار سے قتل کرنا، گیس کے ذریعے مارنا، بجلی کے جھٹکے سے مارنا، گولی سے مارنا یا پتھروں سے مارنا وغیرہ یہ سب موت کے طریقے ہیں لیکن موت اپنی جگہ ایک ہی ہے اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ گولی سے موت جلد واقع ہوجاتی ہے اور پتھروں سے ہر صورت میں موت دیر سے آتی ہے تو ایسا شخص کھلی غلطی میں مبتلا ہے۔ بعض اوقات گولی بھی مقام قاتل پر نہیں لگتی اور موت میں تاخیر ہوجاتی ہے اور پتھر مقام قتل پر لگ جاتے ہیں اور موت فوراً واقع ہوجاتی ہے اس طرح گولی مارنے والے کم تعداد میں ہوتے ہیں اور ان کی گولیاں بھی محدود ہوتی ہیں جب کہ پتھر مارنے والوں کی تعداد کثیر ہوتی ہے اور وہ اس وقت تک مارتے رہتے ہیں جب تک اس شخص کی موت واقع نہ ہوجائے ذرا تصور کیجئے کہ ایک آدمی کو سینکڑوں لوگ پتھروں سے مار رہے ہوں تو کیا وہ گولی کی موت سے جلدی نہیں مرجائے گا تجربے سے یہ بات ثابت ہے کہ اکثر اوقات پھانسی کی رسی سے موت جلد واقع نہیں ہوتی اسی طرح گیس اور بجلی کے جھٹکے دینے سے بھی موت میں تاخیر ہوجاتی ہے۔ اس سزا کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ موت کے بارے میں یہ سوچنا کہ جلد واقع ہوجائے نظریہ سزا کے سراسر منافی ہے کیونکہ موت میں اگر تکلیف اور عذاب کا پہلو نہ رہے تو یہ سب سے معمولی سزا بن جائے۔ کیونکہ لوگ بذات خود موت سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا مرنے کی تکلیف سے ڈرتے ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ مرنے والے کے لئے تکلیف اور عذاب کی کوئی اہمیت نہیں لیکن معاشرے کے دیگر افراد کو متنبہ اور خوف زدہ کرنے کے لئے اس تکلیف کا ہونا ضروری ہے۔(17) اسی طرح جو لوگ زانی کی سزائے موت سے اس قدر گھبراتے ہیں وہ اگر اعداد وشمار کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زنا کی وجہ سے ہونے والے قتل کی تعداد دوسری وجوہات کی بناء پر ہونے والے قتل کے نصف ہوتی ہے عملاً صورت حال یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی یا بیٹی کو کسی کے ساتھ ملوث دیکھتا ہے تو دونوں کو خود قتل کردیتا ہے اور بعض اوقات قتل کے ایسے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جو شدت تکلیف میں سنگسار کرنے سے بھی زیادہ سخت ہیں اس صورت حال میں سنگسار کئے جانے کی سزا کو اختیار کرنا اس واقعی صورت حال کا اعتراف ہے(18)

کوڑوں کی سزا:۔

کوڑوں کی سزا کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا رخ مجرم کی مادی حساسیت کی طرف ہوتا ہے جس چیز سے مجرم زیادہ ڈرتے ہیں وہ جسمانی اذیت ہے اس لئے ان کو خوفزدہ کرنے کے لئے اس نفسیات سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ یہ تصور کہ یہ سزا احترام انسانیت کے منافی ہے ایک بے بنیاد بات ہے جب مجرم نے اپنا احترام خود ملحوظ نہیں رکھا تو اس کے احترام کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا(19) نیز ایک یا دو اشخاص کو شدید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جسمانی اذیت پہنچا کر لاکھوں اشخاص کو اخلاقی اور معاشرتی نقصان سے بچالینا اس سے بہتر ہے کہ مجرم کو تکلیف سے بچا کر اس کی پوری قوم کو ایسے نقصانات میں مبتلا کر دیا جائے جو آنے والی بے گناہ نسلوں پر بھی اثر انداز ہوتے رہیں اسی طرح جو لوگ اسلامی سزا کو وحشیانہ قرار دیتے ہیں وہ دراصل معقولات کی بجائے محسوسات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ جو نقصان ایک فرد پر مرتب ہوتا ہے وہ چونکہ محدود شکل میں محسوس طور پر ان کے سامنے آتا ہے اس لئے وہ اسے ایک امر عظیم سمجھتے ہیں اس کے برخلاف وہ اس نقصان کی اہمیت کا ادراک نہیں کرتے جو وسیع پیمانہ پر پورے معاشرے اور آئندہ نسلوں پر مرتب ہوتا ہے۔ (20) جو لوگ اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ یا سخت قرار دیتے ہیں انہیں مذکورہ آیت کا حصہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے۔ ''ولا تاخذکم بھما رافة فی دین اللہ'' ترجمہ: اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ کے دین کے معاملے میں ذرا رحم نہ آئے (سورۃ النور 2) یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی تنبیہ ہے کہ زانی اور زانیہ پر میری تجویز کردہ سزا نافذ کرنے میں مجرم کے لئے رحم اور شفقت کا جذبہ تمہارے ہاتھ نہ پکڑے۔ اس بات کو مزید وضاحت کے ساتھ نبی ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ ''قیامت کے روز ایک حاکم لایا جائے گا جس نے حد میں ایک کوڑا کم کر دیا تھا پوچھا جائے گا یہ حرکت تو نے کیوں کی''؟ وہ عرض کرے گا آپ کے بندوں پر رحم کھا کر''۔ ارشاد ہوگا ''تو ان کے حق میں مجھ سے زیادہ رحیم تھا پھر حکم ہوگا لے جاؤ اسے دوزخ میں'' ایک اور حاکم لایا جائے گا جس نے حد پر ایک کوڑے کا اضافہ کر دیا تھا پوچھا جائے گا تو نے یہ کس لئے کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا ''تا کہ لوگ آپ کی نافرمانیوں سے باز رہیں''۔ ارشاد ہوگا ''اچھا تو نے ان کے معاملے میں مجھ سے زیادہ منصف تھا'' پھر حکم ہوگا ''اسے لے جاؤ دوزخ میں'' (21) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدود کے مقدمات میں مجرم کو وہی سزا دی جائے گی جو اللہ نے تجویز کی ہے سنگساری اور کوڑوں کی سزا کی بجائے کوئی اور سزا دینا اگر رحم اور شفقت کی بنیاد پر ہو تو معصیت ہے اور اگر اس خیال کی بناء پر ہو کہ سنگساری اور کوڑوں کی سزا ایک وحشیانہ سزا ہے۔ تو یہ قطعی کفر ہے جو ایک لحہ کے لئے بھی ایمان کے ساتھ ایک سینے میں جمع نہیں ہوسکتا کوڑوں کی سزا کوئی نئی سزا نہیں ہے جو پہلی مرتبہ متعارف کروائی جارہی ہو اس وقت بھی امریکہ اور انگلینڈ جیسے ممالک میں بعض جرائم کے لئے کوڑوں کی سزا مقرر رہے حتیٰ کہ پاکستان کی جیلوں میں آج بھی یہ سزا دی جارہی ہے اور عدالت ہی نہیں بلکہ جیل کا ایک سپرنٹنڈنٹ بھی ایک قیدی کو 30 تک کوڑوں کی سزا دینے کا مجاز ہے کوڑوں کی کم از کم تعداد 15 مقرر کی گئی ہے۔ کوڑے قسطوں کی بجائے ایک ہی دفعہ لگائے جاتے ہیں اور جسم کے ایک مخصوص حصے پر لگائے جاتے ہیں اس سلسلہ میں یہ اصول وضع کیا گیا ہے کہ کوڑوں کی سزا ایسی سخت ہونی چاہئے جو قیدی کو آئندہ جرم کا ارتکاب کرنے سے باز و ممنوع رکھ سکے نیز 16 سال سے کم عمر قیدیوں کو بھی 15 تک کوڑوں کی سزا دی جاسکتی ہے (22) یہاں شریعت اسلامی میں کوڑوں کی سزا کے اجراء کے طریقہ کار کے بارے میں احکامات کو بیان کرنا بھی مفید ہوگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوڑوں کی سزا کے اجراء کا شرعی ضابطہ کار:۔

(1) کوڑا اوسط درجے کا ہو۔

(2) نہ بہت موٹا اور سخت ہو اور نہ ہی بہت پتلا اور نرم ہو۔

(3) مار بھی اوسط درجے کی ہونی چاہئے کوڑا مارنے والا اس طرح مارے کہ اس کا بغل نہ کھلے۔

(4) ضرب زخم ڈال دینے والی نہ ہو۔

(5) ایک ہی جگہ نہیں مارنا چاہئے بلکہ منہ، سر اور شرمگاہ کے علاوہ پورے جسم پر مار کو پھیلا دینا چاہئے۔

(6) مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بیٹھا کر مارنا چاہئے۔

(7) سخت سردی اور سخت گرمی کے وقت مارنا ممنوع ہے نیز موسم سرما میں گرم وقت اور موسم گرما میں ٹھنڈے وقت مارنے کا حکم ہے

(8) باندھ کر مارنے کی اجازت نہیں ہے الا یہ کہ مجرم بھاگنے کی کوشش کرے۔ (9) کوڑے قسطوں میں بھی مارے جاسکتے ہیں۔

(10) کوڑے مارنے کا کام اجڈ جلادوں سے نہیں لینا چاہئے بلکہ صاحب علم وبصیرت آدمیوں کو یہ خدمت سرانجام دینی چاہئے جو جانتے ہو کہ شریعت کا تقاضہ پورا کرنے کے لئے کس طرح مارنا مناسب ہے۔

(11) اگر مجرم مریض ہو اور اس کے صحت یاب ہونے کی امید نہ ہو یا بہت بوڑھا ہو تو سو شاخوں والی ایک ٹہنی یا سو تیلیوں والا ایک جھاڑو لے کر صرف ایک دفعہ مار دینی چاہئے۔ اگر حاملہ عورت ہو تو وضع حمل کے بعد نفاس کا زمانہ گزر جانے کا انتظار کرنا ہوگا۔

(12) اگر زنا گواہیوں سے ثابت ہو تو گواہ کوڑے مارنے کی ابتداء کریں گے اور اقرار کی بنیاد پر سزا دی جارہی ہو تو قاضی خود ابتداء کرے گا۔(23)

سزائے قید:۔

ہمارے ملک میں رائج دیگر قوانین میں قید کی سزا بنیادی سزا ہے جب کہ شریعت میں سزائے قید ایک ثانوی سزا ہے جو صرف معمولی جرائم میں دی جاتی ہے۔ ہر صاحب بصیرت با آسانی یہ جان سکتا ہے کہ قید کی سزا جرائم کی بیخ کنی کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے جیلیں قیدیوں سے اٹی پڑی ہیں گنجائش سے کہیں زیادہ افراد اپنے اہل وعیال سے دور جیل میں اس طرح پڑے ہیں جس طرح کوئی جانور پنجرے میں پڑا ہو یا کوئی مردہ قبر میں لیٹا ہو قیدیوں کے اہل وعیال اور ان کے بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا اور ان کی بنیادی ضروریات پوری کرنے والا کوئی نہیں اور وہ الگ ناکردہ گناہوں کی سزا اپنے سرپرست سے محرومی کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ پاکستان کی جیلوں میں قیدیوں کی صورت حال کا اندازہ مندرجہ ذیل جدول سے کیا جاسکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

2002ء میں پاکستان کی جیلوں میں قیدیوں کی صورت حال

صوبہ/علاقہ	جیلوں کی تعداد	قیدیوں کی گنجائش	جتنے قیدی موجود ہیں
پنجاب	30	17637	49301
سندھ	16	8305	18400
سرحد	21	7397	9515
بلوچستان	10	1647	2674
شمالی علاقہ جات	3	160	450
آزاد کشمیر	6	1150	2012
میزان	86	36290	82352

غور کریں کہ ان دونوں سزاوں میں سے کس میں زیادہ سختی ہے کوڑے لگا دینے میں جس کے بعد وہ آدمی آزادی سے اپنے اہل وعیال میں رہے یا سزائے قید میں کہ اس کی آزادی شرافت، انسانیت، اور مردانگی سب کچھ سلب کر لیا جائے ایک قیدی جیل خانے کی زندگی اور وہاں کے اخلاقی فساد، ضیاع صحت، بیکاری اور کاہلی کی عادات کے ساتھ پہلے سے بڑا مجرم بن کر باہر آئے۔(24)

کیا حدزنا آرڈی نینس میں عورت گواہی کے حق سے محروم ہے؟

حدزنا آرڈی نینس کی دفعہ نمبر 8 (ب) کے حوالے سے ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حدود کے مقدمات میں عورت کو گواہی کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے جو کہ عورتوں کے ساتھ شدید ناانصافی اور امتیازی سلوک ہے اگر ایک عورت کو کسی ایسی جگہ پر ظلم کا نشانہ بنایا جاتا ہے جہاں صرف عورتیں گواہ موجود ہیں تو ایسی صورت میں ظالم شخص صرف اس لئے سزا سے بچ جائے گا کہ کوئی مرد گواہ دستیاب نہیں (25)

زنا بالرضا میں عورت کی گواہی:۔

حدزنا آرڈی نینس میں عورت کو گواہی کے حق سے محروم نہیں کیا گیا البتہ ایک غلطی جو آرڈی نینس کی تدوین کے دوران سرزد ہوئی وہ یہ ہے کہ زنا بالرضا اور زنا بالجبر دونوں کو ایک ہی طرح کا جرم گردانتے ہوئے ان دونوں جرائم کے ثبوت کے لئے ایک ہی معیار مقرر کر دیا گیا ہے مذکورہ آرڈی نینس کی دفعہ 8 (ب) زنا کے مقدمات میں جرم کے ثبوت کے لئے چار مسلمان مردوں کی گواہی کو لازم قرار دیتی ہے یہ معیار ثبوت دراصل سورۃ النساء کی آیت نمبر 15 اور سورۃ نور کی آیت نمبر 4 سے اخذ کیا گیا ہے سورۃ النساء کی آیت نمبر 15 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''والتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم ج''

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان پر اپنے اندر سے چار گواہ طلب کرو۔ اس آیت کے بغور مطالعہ سے یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بات عیاں ہوتی ہے کہ آیت میں دیئے گئے الفاظ" والتی یاتین الفاحشۃ" (وہ عورتیں جو بے حیائی کا ارتکاب کریں) ان عورتوں سے متعلق ہے جو اپنی رضامندی سے زنا کی مرتکب ہوں اور ان پر اس فعل کے کرنے کے لئے کسی قسم کا جبر واکراہ نہ ہو۔

اسی طرح سورۃ نور کی آیت نمبر 4 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:" والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھدآء.

ترجمہ: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر الزام لگائیں پھر اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ پیش نہ کریں۔

اس آیت کے سیاق وسباق، شان نزول، اور الفاظ پر غور کیا جائے تو یہ بات بہت واضح ہے کہ اس آیت میں بھی جس الزام کے ثبوت کے لئے چار گواہوں کی بات کی گئی ہے وہ زنا بالرضا کا الزام ہے زنا بالجبر کا نہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا آیات کو بنیاد بنا کر زنا بالرضا کے ساتھ ساتھ زنا بالجبر کے لئے بھی چار مرد گواہوں کی شرط لگانا درست نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر زنا بالرضا کے مقدمات میں عورتوں کو گواہی سے کیوں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور چار مسلمان مردوں کی گواہی کیوں ضروری قرار دی گئی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل گواہی حق نہیں ہے بلکہ ایک بھاری ذمہ داری ہے یہ ایک رعایت ہے جو شریعت میں خواتین کو دی ہے یہ خواتین کی تکریم ہے نہ کہ ان کی حق تلفی۔ زنا بالرضا کے مقدمات میں گواہی کے مخصوص الفاظ نیز مخالف وکلاء کی مخصوص جرحیں خواتین کے لئے سخت ذہنی کوفت کا باعث بن سکتے ہیں اس لئے احترام نسوانیت کے سبب ایسے مقدمات میں خواتین کو گواہی سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے چار مردوں کی گواہی طلب کی گئی ہے یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یہ استثنیٰ صرف ان مقدمات میں ہے جو اس آرڈیننس کی دفعہ نمبر 5 کے تحت درج ہوتے ہیں جب کہ دیگر دفعات میں تعزیری سزائیں ہونے کی وجہ سے ان میں عورت کی گواہی بھی قابل قبول ہے۔

زنا بالجبر اور زنا بالرضا دو مختلف جرائم ہیں:۔

دفعہ نمبر 8 (ب) میں بالرضا اور زنا بالجبر دونوں جرائم کو ایک ہی ترازو میں تولا گیا ہے اور زنا بالجبر کو زنا بالرضا کی ایک ذیلی قسم قرار دیتے ہوئے دونوں کے لئے ایک ہی معیار شہادت مقرر کیا گیا ہے جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس آرڈیننس کی دفعہ نمبر 4 زنا بالرضا کی تعریف کرتی ہے اور دفعہ نمبر 6 (ا) زنا بالجبر کی۔ ان دونوں دفعات کے بغور مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ کہ یہ دونوں جرائم اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل مختلف اور جداگانہ ہیں۔ اور شریعت اسلامی کی رو سے ان دونوں میں مندرجہ ذیل بنیادی فرق ہیں:

اولاً یہ کہ زنا بالرضا خالصتاً اللہ کے حق کی خلاف ورزی ہے جب کہ زنا بالجبر میں اللہ کے حق کے ساتھ بندوں کا حق بھی مجروح ہوتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ زنا بالرضا جیسا کہ لفظ سے ظاہر ہے کہ یہ رضامندی کا فعل ہے جب کہ زنا بالجبر میں ایک مجرم شخص عورت کی ذات، عزت اور شرف پر براہ راست حملہ کرتا ہے۔ (26)

جہاں تک زنا بالجبر کا معاملہ ہے تو اس کے ارتکاب میں تشدد کا عنصر شامل ہو جانے کے بعد جرم کی نوعیت کلیتاً بدل جاتی ہے۔ ارتکاب جرم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لئے جبر وطاقت کے استعمال کے بعد یہ جرم اللہ کے حق کے علاوہ بندوں کے حق کی بھی پامالی ہے زنا بالجبر دراصل دو جرائم کا مجموعہ ہے یعنی زنا اور ارتکاب زنا کے لئے جبر وطاقت کا استعمال۔اس کے بعد یہ عام جرم نہیں بلکہ فساد فی الارض یعنی دہشت گردی کے زمرے میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ چوری کے جرم میں جبر وطاقت کا استعمال بھی شامل ہوجائے تو وہ چوری کا عام جرم نہیں رہتا بلکہ سرقہ بالجبر بن جاتا ہے جو فقہاء کے نزدیک بالاتفاق حرابہ میں شمار ہوتا ہے اس سے نہ صرف یہ کہ جرم کی نوعیت بدل جاتی ہے بلکہ جرم کے اثبات کے معیارات بھی تبدیل ہوجاتے ہیں اور اس کے معیار اثبات میں بھی نرمی اور سزا میں سختی آتی چلی جاتی ہے(27)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:''انما جزاءُ الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادًا ان یقتلوا اویصلبوآ او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلافٍ او ینفوا من الارض. ذلک لھم خزی فی الدنیاولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم'' ترجمہ:ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرنے میں سرگرم ہیں بس یہ ہے کہ عبرت ناک طور پر قتل کئے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹ دیئے جائیں ان کے لئے رسوائی ہے دنیا میں اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔(سورۃ المائدۃ33)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے الفاظ میں سرقہ بالجبر کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا اس کے باوجود فقہاء بالاتفاق سرقہ بالجبر کو حد حرابہ میں شمار کرتے ہیں اور اس کی سزا کا استنباط اسی آیت سے کرتے ہیں کیونکہ اس فعل میں مال کے حصول کے لئے طاقت وتشدد کا راستہ اختیار کیا گیا ہے زنا بالجبر کو حد حرابہ میں شمار کرنے کے لئے اس اصول کے علاوہ قرآن مجید ہی کی ایک دوسری آیت کریمہ کی شہادت موجود ہے جس میں نسل کے خلاف جرائم کو فساد فی الارض کہا گیا ہے۔''واذاتولیٰ سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد''. ترجمہ:اور جب وہ تمہارے پاس سے جاتے ہیں تو ان کی ساری بھاگ دوڑ زمین میں فساد برپا کرنے کھیتی اور نسل کو تباہ کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا(سورۃ البقرۃ205)فی الحقیقت زنا بالجبر نسل کو ہلاک کرنے کی ہی بدترین صورت ہے کیونکہ نسل کی بربادی ہی اصل میں نسل کی ہلاکت ہے سورۃ المائدۃ کی آیت حرابہ اور سورۃ البقرۃ میں فساد فی الارض کی تشریح اور وضاحت اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ زنا بالجبر عام حد زنا کا معاملہ نہیں بلکہ فقہاء نے زنا بالجبر کو حد حرابہ شمار کیا ہے(28)

حرابہ کی تعریف ہم ان الفاظ میں کرسکتے ہیں:

ایک یا ایک سے زیادہ افراد قتل وغارت گری میں طاقت کے استعمال کے ذریعے دوسروں کی جائیداد چھین لیں کسی عورت پر حملہ کریں یا اس کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کریں یا جانوروں کو قتل کریں یا فصلوں کو تباہ کریں تو ان کا یہ عمل حرابہ کہلائے گا۔

معروف فقیہہ الدسوقی نے بھی کسی کے ساتھ زنا بالجبر کے ارتکاب کو حرابہ قرار دیا ہے 29۔اسی طرح ایک اور فقیہ ابن اعرابی کے پاس ایک معاملہ لایا گیا جس میں ایک گروہ نے خواتین کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا تھا تو انہوں نے اسے حرابہ قرار دیا جب یہ اعتراض کیا گیا کہ چونکہ اس میں کوئی رقم نہیں لوٹی گئی اس لئے یہ حرابہ نہیں ہے تو اس کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کسی عورت کی عزت لوٹنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رقم کے لوٹنے سے زیادہ برا ہے اس لئے یہ بھی حرابہ کی تعریف میں داخل ہے۔(30)

علامہ ابن حزم محارب کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

ہر کوئی جو گزرنے والے سے (بلا اشتعال) لڑے، راستے میں قتل و غارت گری سے خوف و دہشت پھیلائے مال چھینے یا زخم لگائے یا زنا کاری کے ذریعے سے خواتین کی عزت پامال کرے وہ محارب ہے وہ کم ہوں یا زیادہ سب پر آیت کریمہ میں محاربین سے متعلق منصوص حکم لاگو ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرابہ کو کسی ایک خاص جرم کی نوعیت کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ محاربین سے متعلق حکم الٰہی میں جرائم کی جملہ انواع شامل ہیں(31)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ زنا بالجبر صرف فوجداری جرم ہی نہیں بلکہ شریعت نے اسے ایک دیوانی ذمہ داری بھی گردانا ہے شریعت میں کسی بھی شخص کے جسم کا کوئی بھی حصہ اس کی ملکیت ہے اور کوئی بھی دوسرا شخص غیر قانونی طور پر کسی فرد کے جسم کے کسی بھی حصے کو نقصان پہنچاتا ہے تو وہ دیت یا ارش ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی کے جنسی اعضاء کو نقصان پہنچاتا ہے تو شریعہ اسلامی کی رو سے وہ شخص مجروح کو جرمانہ ادا کرنے کا پابند ہوگا۔(32)

ان حالات میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ زنا بالجبر دراصل زنا کی ذیلی قسم نہیں ہے بلکہ یہ حرابہ کی ذیلی قسم ہے اور حرابہ کے ارتکاب کے ثبوت کے لئے وہ سخت معیار شہادت مقرر نہیں کیا گیا جو زنا کے لئے ہے یہی بات وفاقی شرعی عدالت ایک مشہور مقدمہ بیگم رشیدہ پٹیل بنام وفاق پاکستان کے فیصلہ میں تفصیلی بحث کے بعد بیان کرچکی ہے وفاقی شرعی عدالت نے ہدایت کی کہ یکم فروری 1990ء سے قبل قانون میں ترامیم کی جائیں فیصلہ کے پیراگراف 43 میں کہا گیا ہے کہ:''نیز دفعہ 10 میں زنا بالجبر کے ضمن میں دفعہ 8 کا ذکر بھی ہے اب جب کہ مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ زنا بالجبر عام زنا سے بالکل ایک مختلف جرم ہے اور یہ فساد فی الارض اور حرابہ کی تعریف میں آتا ہے اس لئے دفعہ 8 میں زنا بالجبر کے لئے مطلوبہ ''چار مسلمان مردوں'' کا نصاب شہادت قرآن وسنت کے مخالف ہونے کی وجہ سے ترمیم طلب ہے''۔

حرابہ کے لئے معیار ثبوت:۔

حرابہ کی ثبوت کے لئے دو مرد گواہوں کی شہادت کافی ہے یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاں صرف خواتین گواہ موجود ہوں تو اس صورت میں کیا حرابہ کی حد جاری ہوگی شریعت اسلامی کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ معیار ثبوت حد حرابہ کے نفاذ کے لئے ہے نہ کہ تعزیری سزا کے لئے۔ تعزیری سزا کے لئے واقعاتی شہادت بھی کافی ہوسکتی ہے تاہم حد حرابہ میں بھی مجبوریوں اور مخصوص حالات کے مطابق مردوں اور عورتوں میں سے کوئی بھی گواہ ہوسکتے ہیں مثال کے طور پر موجودہ دور میں ایسے ادارے جہاں صرف خواتین کام کرتی ہیں یا رہائش پذیر ہوتی ہیں جیسے گرلز ہوسٹلز وغیرہ یا ان اوقات میں جب مرد گھر میں موجود نہ ہوں تو ایسی صورت میں خواتین ہی کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واقعہ کی فطری گواہ ہیں اور بطور گواہ اپنا بیان قلمبند کرواسکتی ہیں۔ایسے حالات میں خواتین کو شہادت سے روکنا ان کی گواہی کو ناجائز سمجھتے رہنے پر اصرار کرنا اور ایسے مقدمات میں سرے سے ان کو ساقط الاعتبار ٹھہرانا قرآن مجید کے عمومی احکامات سے مطابقت رکھتا ہے نہ اس کے نظام عدل سے اور نہ اسوہ حسنہ اور عہد خلافت راشدہ سے اس کی تائید کی جاسکتی ہے بلکہ اس کے برعکس متعدد ایسے واقعات احادیث میں ملتے ہیں جن سے حدود وقصاص میں بھی بوقت ضرورت اور بتقاضہ حالات ان کے بطور گواہ یا مستغیث ہونے کا اظہار ہوتا ہے(33)

عہد نبوت ﷺ میں ایک عورت اندھیرے میں نماز کے لئے نکلی راستے میں ایک شخص نے اس کو گرالیا اور زبردستی اس کی عصمت دری کردی اس کے شور مچانے پر لوگ آ گئے اور زانی پکڑا گیا نبی ﷺ نے اس کو رجم کرادیا اور عورت کو چھوڑ دیا۔(34) اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خواتین بطور مستغیثہ یا بطور گواہ اپنا بیان قلمبند کرواسکتی ہیں نیز محض فنی وجوہات کی بنیاد پر کسی مستحق فریادی کو انصاف سے محروم کردینا اور بھیڑیوں کے حوالے کردینا اور دادرسی نہ کرنا تو عام انسانی فطرت بھی گوارہ نہیں کرسکتی چہ جائیکہ اسے شریعت اسلامی کے حکیمانہ مشفقانہ اور رحیمانہ نظام کی طرف منسوب کیا جائے۔چنانچہ ہم سمجھتے ہیں کہ زنا بالجبر کے واقعات حقیقتاً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ اور محاربہ کے ہم معنی ہیں اور ان کے ساتھ اسی صورت میں نپٹنا چاہئے کسی کے مال پر ڈاکہ ڈالنا اگر محاربہ کی تعریف میں شامل ہے تو کسی کی عزت لوٹ لینا اس میں کیوں شامل نہیں ہوسکتا آخر ایک انسان کے پاس عزت وعفت سے بڑا سرمایہ اور یوں کسی کی عصمت دری کرنے سے زیادہ فساد اور کیا ہوسکتا ہے تاہم اس احتیاط کی ضرورت بہر حال رہے گی کہ عدل وانصاف کے سب تقاضے بھی پورے ہوں اور اسلامی احکامات کے مقتضیات بھی جرم کے یقینی ثبوت کے لئے بھی اور اس کی مناسب سزا کے لئے بھی۔(35)

کیا اس آرڈی نینس کا غیر مسلموں پر اطلاق درست ہے؟

حد زنا آرڈی نینس کی دفعہ نمبر 8 کے حوالے سے اقلیتوں کے نمائندے بارہا اس بات کا اظہار کرچکے ہیں کہ اس قانون سازی کا اطلاق غیر مسلموں پر نہیں ہونا چاہئے جس کی بنیاد اسلامی تعلیمات ہیں بلکہ ان کے شخصی قوانین کے مطابق انہیں سزا دی جائے۔(36)

دراصل یہ اعتراض ایک بڑی غلط فہمی کا نتیجہ ہے شخصی قوانین میں تو ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے فرد کو یہ مکمل آزادی ہے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کروائے مثال کے طور پر نکاح وطلاق کے قوانین یا وراثت کے قوانین لیکن وہ ملکی قوانین جن کا تعلق امن وامان اور معاشرے سے جرائم کی بیخ کنی سے ہوتا ہے ان کا اطلاق بلاتمیز سب شہریوں پر کیا جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں پوری دنیا میں یہی اصول رائج ہے مثال کے طور پر ایک مسلمان عورت امریکہ میں اگر ظلم کا شکار ہوتی ہے تو وہ یہ مطالبہ نہیں کرسکتی کہ ظالم کو سزا اسلامی قوانین کے مطابق دی جائے۔بلکہ وہاں کے ملکی قانون کا اطلاق ہوگا دوسری بات یہ بھی ہے کہ اسلامی سزاؤں کا مقصد جرم کا سدباب اور ان کی بیخ کنی ہے اگر یہ اصول اپنالیا جائے کہ مسلمانوں کو تو زنا کے جرم میں کوڑے مارے جائیں اور غیر مسلموں کو اس حد سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو اس سے اس جرم کے ارتکاب کا ایک دروازہ کھل جائے گا اور معاشرے میں ان جرائم کی تعداد میں اضافہ ہوجائے گا سزا دینے کا مقصد جرم کا سدباب کرنا اور مجرم پر سزا نافذ کرکے دوسروں کو تنبیہ کرنا ہے چونکہ یہ سزائیں ملکی قوانین کے تحت مقرر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی گئی ہیں لہٰذا مسلم اور غیر مسلم دونوں کو جرم کا ارتکاب کرنے پر دی جائیں گی۔

عیسائیوں کے قانونِ طلاق کا مسئلہ:۔

ایک سوال یہ بھی اٹھایا جاتا ہے کہ عیسائیوں کے قانون طلاق 1969 کی دفعہ نمبر 10 کے مطابق کوئی بھی عیسائی عورت طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اسے اپنے شوہر پر نہ صرف زنا کا الزام لگانا پڑتا ہے بلکہ اسے ثابت بھی کرنا پڑتا ہے ایسی صورت میں حدود کے قوانین کا غیر مسلموں پر اطلاق ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ عیسائیوں کے طلاق کے ہر مقدمہ میں ایک فریق کو حد زنا یا حد قذف کی سزا کا سامنا کرنا ہوگا(37) دراصل عیسائیوں کے قانون طلاق میں زنا اور قذاف کے الزام کو ثابت کرنے کے لئے وہ معیار ثبوت درکار نہیں ہے جو حدود کے قوانین میں درکار ہے اس لئے عیسائیوں کے ہر مقدمہ طلاق میں حد زنا یا حد قذف کے نفاذ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا دوسری بات یہ ہے کہ یہ عیسائیوں کے قانون کی خامی ہے نہ کی حد زنا آرڈی نینس کی۔

کیا حد زنا ایک بے فائدہ قانون ہے؟

یہاں اس اعتراض کو زیر بحث لانا مفید ہوگا کہ پاکستان میں آج تک کبھی حد زنا آرڈی نینس کی دفعہ نمبر 5 کے تحت حد کی سزا نافذ نہیں ہوئی جب کہ پوری اسلامی تاریخ میں معدودے چند واقعات میں حد کی سزا نافذ کی گئی لہٰذا اس طرح کی قانون سازی کا کیا فائدہ جو عملی طور پر نافذ نہ کی جائے یہ اعتراض بھی دراصل غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شریعت کا مطمع نظر ہرگز یہ نہیں کہ بڑی تعداد میں لوگوں کو سخت سزائیں دی جائیں بلکہ حد کی سزا دراصل ایک انسدادی تدبیر ہے تاکہ بے حیائی معاشرے میں اس حد تک نہ پھیل سکے کہ لوگ اس جرم کا ارتکاب اس طرح کھلم کھلا کریں کہ چار گواہ بھی دستیاب ہو جائیں مغرب میں جہاں یہ انسدادی تدبیر موجود نہیں ہے وہاں حالت یہ ہے کہ لوگ علی الاعلان زنا کاری کا ارتکاب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جہاں چار نہیں بلکہ سینکڑوں گواہ میسر ہو سکتے ہیں لیکن کوئی قانون ایسا نہیں جو انہیں اس کھلی بے حیائی سے باز رکھنے کے لئے آگے بڑھے۔

کیا مظلوم خاتون کو ملزمہ بنانا درست ہے؟

حد زنا آرڈی نینس پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ زیادتی کا شکار خاتون جب رپورٹ درج کروانے کے لئے تھانہ جاتی ہے تو اسے زنا بالرضا کا ملزم گردانتے ہوئے دھر لیا جاتا ہے اور اگر وہ رپورٹ درج نہیں کرواتی تو بعد از اں حاملہ ہونے کی صورت میں اس پر مقدمہ قائم کیا جاتا ہے اس طرح اس قانون کو خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کے لئے استعمال کیا جاتا ہے(38)

ہمارے ہاں تھانوں میں عام طور پر اسی بات کا چلن ہے لیکن اس میں قصور حد زنا آرڈی نینس کا نہیں بلکہ ان قانون نافذ کرنے والے اداروں کا ہے اس قانون کا سہارہ لے کر خواتین کو بدنامی، قید اور مقدمہ بازی کا عذاب جھیلنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال زعفران بی بی کیس ہے جس میں زعفران بی بی نے اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کی رپورٹ متعلقہ تھانے میں درج کروائی جس میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس نے واضح طور پر یہ مؤقف اختیار کیا کہ اس کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا گیا ہے لیکن بعدازاں اس کا طبی معائنہ کروانے کے بعد اسے بھی اس مقدمہ میں شریک ملزم بنادیا گیا (39)

اس حوالے سے قانون نافذ کرنے والے بہت سے ادارے دیگر قوانین کا غلط استعمال کرتے ہیں لیکن اس بناء پر قوانین کو ختم نہیں کیا جاتا اس مسئلہ کے حل کے لئے قانون کا غلط استعمال کرنے والوں کی تربیت اور تادیب کا خاطر خواہ انتظام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری رائے میں اس آرڈی نینس کے تحت مقدمات کے اندراج سے لے کر تکمیل تفتیش تک کے تمام اختیارات پولیس سے واپس لے لئے جائیں ایسے تمام مقدمات استغاثہ کی صورت میں براہ راست عدالت میں دائر کئے جائیں اور عدالت خود ان مقدمات کی تفتیش کرے اور صرف انتہائی ضرورت کے تحت کوئی بھی معاملہ کسی تفتیش ایجنسی کو بھیجا جائے تاہم اس بات کا یقین کرلیا جائے کہ اس ایجنسی کے متعلقہ اہلکار دیانتدار اور آمین ہونے کی شہرت رکھتے ہوں نیز ایسے مقدمات کی تفتیش اور سماعت کے لئے معیاد کا تعین کردیا جائے۔

خواتین کے خلاف دفعہ 16 کے تحت مقدمات کا اندراج کیوں؟

اس دفعہ کے الفاظ پر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اس کا طلاق خواتین پر نہیں ہوتا بلکہ اس مرد پر ہوتا ہے جو بری نیت کے ساتھ کسی عورت کو بہلا پھسلا کر لے جاتا ہے وفاقی شرعی عدالت اپنے متعدد فیصلوں میں اس دفعہ کے الفاظ کی تشریح کے دوران یہ اصول طے کر چکی ہے کہ اس دفعہ کا اطلاق صرف مردوں پر ہوتا ہے۔ اور خواتین پر اس دفعہ کے تحت نہ تو مقدمہ قائم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انہیں سزادی جاسکتی ہے (40) لیکن عملی طور پر کیا ہورہا ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل جدول سے لگایا جاسکتا ہے۔

سال 2002ء میں راولپنڈی اور اسلام آباد میں حد زنا آرڈی نینس کی دفعہ نمبر 16 کے تحت درج ہونے والے مقدمات

نام	کل مقدمات	ولی کی اجازت کے بغیر نکاح پر مقدمات	شرح فیصد میں
راولپنڈی	176	65	37%
اسلام آباد	46	20	43%

اتنی بڑی تعداد میں اس دفعہ کا خواتین کے خلاف غلط استعمال لمحہ فکریہ ہے اور فوری طور پر اس کا سدباب ہونا چاہیئے تاہم یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ اس میں اس دفعہ کا کوئی قصور نہیں ہے اور حد زنا آرڈی نینس کو موردِ الزام ٹھہرانا سراسر ناانصافی ہے اس کی اصل ذمہ دار پولیس اور ہمارا گھسا پٹا عدالتی نظام ہے۔

بے شک بعدازاں مقدمہ کی کاروائی کے دوران عدالتیں اس دفعہ کا عورتوں پر اطلاق نہ ہونے کی بنیاد پر انہیں ’’باعزت‘‘ بری کردیتی ہیں لیکن تفتیش و عدالتی طریق کار کی خامیوں کی بناء پر ایسی عورت کو ایک لمبے عرصے تک جیل کی ہوا کھانی پڑتی ہے یا اگر خوش قسمتی سے اس کی ضمانت کا بندوبست ہوجائے تو پیشیاں بھگتنے کے لئے کچہری کے دھکے کھانے پڑتے ہیں مثال کے طور پر ایک مقدمہ میں گلشن رانی نامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک عورت ڈیڑھ سال کے عرصہ تک جیل میں رہی اور بعد ازاں اسے اس بناء پر بری کر دیا گیا کہ اس دفعہ کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوتا اس معاملے کا یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کر لینے کے بعد بہت سے مقدمات میں خاتون معاشرتی اور خاندانی دباو کی بناء پر لڑکے پر الزام دھر دیتی ہے کہ اس نے اس کے ساتھ جبراً نکاح کیا یوں اس مرد کو اور بعض واقعات میں اس کے پورے خاندان کو اغواء اور زنا کے مقدمات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حدزنا آرڈی نینس کا خواتین کے خلاف غلط استعمال کیوں؟

اس آرڈی نینس کی دفعات کو خواتین کے خلاف غلط طور پر استعمال کیا جا رہا ہے خواتین کو محض ذاتی رنجشوں کی بنیاد پر انتقام کا نشانہ بنانے کے لئے حدود کے مقدمات میں پھنسایا جاتا ہے۔ جیلوں میں بند خواتین میں 80% سے 90% خواتین کے خلاف اس آرڈی نینس کے تحت مقدمات درج ہوتے ہیں (41)

حدزنا آرڈی نینس کی دفعہ نمبر 20 کے تحت چونکہ ضابطہ فوجداری 1898ء کی دفعات کا اطلاق حدزنا آرڈی نینس پر بھی ہوتا ہے اور جو طریقہ کار دیگر مقدمات میں مقدمہ کے اندراج سے لے کر مقدمہ کی سماعت تک اختیار کیا جاتا ہے وہی اس آرڈی نینس کے تحت مقدمات کی سماعت کے لئے بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے الگ سے کوئی ضابطہ یا طریقہ کار وضع نہیں کیا گیا لہٰذا مقدمہ کے اندراج سے تکمیل تفتیش تک پولیس بے پناہ اختیارات حاصل ہیں ہماری موجودہ پولیس نے جس طرح دیگر جرائم کے اندر رشوت ستانی، اقربا پروری، ناانصافی اور تشدد کا بازار گرم کر رکھا ہے اس آرڈی نینس کے تحت درج ہونے والے مقدمات میں بھی وہ سارا کھیل کھیلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدزنا آرڈی نینس آج شدید تنقید کی زد میں ہے اور پولیس کے کردار کو بھی حدزنا آرڈی نینس کے کھاتہ میں ڈال دیا جاتا ہے اصل خرابی یعنی پولیس کے کردار کو ٹھیک کرنے کے بجائے اس آرڈی نینس کو منسوخ کرنے کے لئے اتنا شور مچایا جا رہا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ پولیس کو جو اختیارات ضابطہ فوجداری کے تحت دیئے گئے ہیں پولیس ان اختیارات کو نہ صرف غلط استعمال کرتی ہے بلکہ اس نے اپنے لئے مزید اختیارات بھی وضع کر لئے ہیں۔

حدزنا آرڈی نینس کی آڑ میں گھروں کے اندر چھاپے مارنا، راہ چلتے لوگوں کو روک کر ان کے نکاح نامے چیک کرنا محض شک کی بنیاد پر لوگوں کو خاص طور پر خواتین کو گرفتار کرنا اور مظلوم خواتین کو بھی شریک ملزم گردانتے ہوئے ملزمہ بنا دینا روز کا معمول ہے جس سے پاکستان کا ہر شہری بخوبی واقف ہے اسی طرح ایسے جرائم کے تحت گرفتار ہونے والی خواتین پر پولیس حراست کے دوران جنسی تشدد کی خبریں بھی آئے روز اخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ نمبر 173ء واضح طور پر تفتیش کے لئے 15 دن کی مدت کا تعین کرتی ہے لیکن پولیس اس دفعہ کی واضح خلاف ورزی کرتے ہوئے مہینوں اور بعض کیسوں میں سالوں تک تفتیش مکمل نہیں کرتی کبھی تو سرے سے چالان عدالتوں کو بھیجا ہی نہیں جاتا اور اگر خوش قسمتی سے جلدی بھیج بھی دیا جائے تو وہ نامکمل ہوتا ہے نیز پولیس کے گواہوں کی عدم دلچسپی سمنوں کو اتنی اہمیت نہ دینا، شہادت کے لئے وقت پر عدالت میں پیش نہ ہونا ان وجوہات کی بنیاد پر بھی اس آرڈی نینس کے تحت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ حدزنا آرڈی نینس ہی نہیں بلکہ ہمارا پورا نظام بااثر اور صاحب ثروت افراد کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا ہے جسے زیردستوں اور معاشرے کے کمزور طبقات پر ظلم ڈھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے قوانین کو ختم کرنے کی بجائے خرابی کے اصل محرکات کو تلاش کرنا چاہئے اور ان کی بیخ کنی کے لئے موثر اقدامات کیے جانے چاہئیں۔ ہم یہاں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ضابطہ فوجداری کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے وفاقی شرعی عدالت آج تک اس ضابطہ کی قباحتوں اور خامیوں کو دور کرنے کے لئے کوئی عملی تجاویز دینے سے قاصر رہی ہے اگر یہ کہا جائے کہ دراصل حدزنا آرڈی نینس ناکام نہیں ہوا بلکہ انگریز کا بنایا ہوا 1898ء کا گھسا پٹا ضابطہ فوجداری ناکام ہوا ہے تو غلط نہ ہوگا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جیلوں میں 80% سے 90% خواتین کے خلاف حدزنا آرڈی نینس کے تحت مقدمات درج ہوتے ہیں یہ درست نہیں بلکہ اگلے صفحے پر دیئے گئے اعداد و شمار اسے مبالغہ آرائی پر مبنی قرار دیتے ہیں۔

ستمبر 2003ء میں پاکستان میں مختلف مقدمات میں خواتین قیدیوں کی تفصیلات

نام جیل	تعداد	قتل کے مقدمات	منشیات کے مقدمات	حدود کے مقدمات	متفرق
اڈیالہ جیل راولپنڈی	125	24 19.2%	63 50.4%	31 24.8%	7 5.6%
کوٹ لکھپت لاہور	97	23 23%	26 26%	48 49%	–
سنٹرل جیل کراچی	280	70 25%	50 18%	80 28%	80 28%
میزان	502	117 23%	139 28%	159 31%	87 17%

جولائی 2003ء میں صوبہ سرحد میں مختلف مقدمات میں خواتین قیدیوں کی تفصیلات

نام جیل	تعداد	قتل کے مقدمات	منشیات کے مقدمات	حدود کے مقدمات	متفرق
پشاور	58	5 8%	35 60%	10 18%	8 14%
ڈی آئی خان	23	4 17%	12 52%	6 26%	1 50%

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوہاٹ	29	2 10%	12 60%	6 30%	–
مردان	18	4 22%	5 28%	7 38%	2 11%
سوات	16	5 31%	2 13%	6 38%	3 19%
بنوں	16	2 13%	6 38%	8 50%	–
مانسہرہ	7	3 43%	–	4 57%	–
ایبٹ آباد	14	5 36%	–	9 64%	–
میزان	172	30 17%	72 41%	56 32%	18 8%

- **نکاح پر نکاح کے مقدمات کا مسئلہ:۔**

ایک شادی شدہ عورت جب اپنے شوہر کے ظلم وستم کا شکار ہوتی ہے یا اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن نہیں ہوتی تو اس کے لئے اس بات کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ یا تو اسے اپنی قسمت کا لکھا سمجھ کر رو دھو کر ساری زندگی گزار دے یا پھر اپنے والدین یا بھائیوں کے ہاں جا کر اپنے شوہر سے طلاق لینے کے لئے چارہ جوئی کرے۔ عام طور پر ہمارے عدالتی نظام کی پیچیدگیوں نیز ہمارے معاشرے میں عورتوں کے عدالتوں میں جانے کو معیوب سمجھنے کا تصور انہیں عدالت میں جانے سے باز رکھتا ہے اور عام طور پر برادری یا علاقہ کے موثر افراد کو جرگہ کی صورت دے کر طلاق لے لی جاتی ہے لیکن عائلی قوانین سے عدم واقفیت اور مسلم فیملی لاء آرڈی نینس کی دفعہ نمبر 7 کے تحت ایک مرد کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو تحریری طلاق دینے کے بعد اس کی ایک نقل ثالثی کونسل کو بھی ارسال کرے اور 90 دن گزرنے کے بعد سرٹیفکیٹ طلاق حاصل کرے جو کہ طلاق کا قطعی ثبوت ہوتا ہے لیکن کبھی تو جان بوجھ کر اور کبھی قانون سے عدم واقفیت کی بناء پر وہ ایسا نہیں کرتا اگرچہ اسی دفعہ میں اس بات کا ذکر بھی موجود ہے کہ جو شوہر ثالثی کونسل کو طلاق کا نوٹس نہیں بھیجے گا اسے ایک سال قید اور جرمانہ کی سزا دی جائے گی لیکن بعض پیچیدگیوں کی بناء پر اس پر عمل درآمد نہ ہونے کے برابر ہے۔ نیز عورت کو یہ حق نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیا گیا ہے کہ وہ ثالثی کونسل کو طلاق سے متعلق نوٹس بھیج سکے جس کی وجہ سے وہ خود ایسا نوٹس بھیج کر طلاق سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔

حدزنا آرڈی نینس کے تحت درج ہونے والے مقدمات میں سے ایک بڑی تعداد ان مقدمات کی ہے جن کا اندراج ان خواتین کے خلاف کیا جاتا ہے جو پہلے خاوند سے طلاق لینے کے بعد دوسری شادی کر لیتی ہے لیکن طلاق کا قطعی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے ایسے مقدمات کا سامنا کرتی ہیں۔ آڈیالہ جیل راولپنڈی میں طاہرہ نامی ایک عورت بند ہے اس کی پہلی شادی 1988ء میں اپنے چچازاد سے ہوئی جو بعد ازاں گھریلوں ناچاقی کے نتیجہ میں زبانی طلاق پر منتج ہوئی طاہرہ تقریباً چھ ماہ اپنے والدین کے گھر رہی اور پھر ایک دوسرے شخص سے نکاح کرنے کے بعد اس کے ساتھ رہنے لگی اس نکاح کے تقریباً ڈھائی سال گزرنے کے بعد اس کے سابقہ شوہر نے اس کے خلاف نکاح پر نکاح کرنے کا مقدمہ درج کروادیا اور وہ تقریباً تین سال سے اپنے پانچ سالہ بیٹے اور شوہر کے ساتھ جیل میں ہے وجہ صرف یہ ہے کہ اس کے پاس پہلے شوہر سے طلاق کا کوئی تحریری ثبوت موجود نہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس میں قصور کس کا ہے حدزنا آرڈی نینس کا مسلم فیملی لاء آرڈی نینس 1961ء کا؟

چند دیگر اہم امور:۔

اسلامی قوانین کا مأخذ:۔

جب بھی کوئی فرد کلمہ " لا الا الااللہ محمد رسول اللہ" اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تو دراصل وہ اس بات کا اقرار اور اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ اس کائنات کا حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور اسی کو قانون سازی کا حق اور اختیار بھی حاصل ہے چونکہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کا خالق ہے لہٰذا وہی اس کی ضروریات، نفسیات اور اس کے مفاد کے بارے میں زیادہ بہتر علم رکھتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:"الا یعلم من خلق ط. وھوا اللطیف الخبیر" ترجمہ: کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا حالانکہ وہ بہت باریک بین اور خبردار ہے۔(سورۃ الملک:14)

دوسرے الفاظ میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون انسانی ضروریات، نفسیات اور اس کے مفاد کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اب سوال یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی، حکم اور اس کے وضع کردہ قوانین کا علم کہاں سے حاصل کرے فقہائے امت کے نزدیک اس کے مندرجہ ذیل ذرائع ہیں۔

(1) قرآن حکیم:۔

اسلامی قانون کا سب سے پہلا اور بنیادی ماخذ قرآن حکیم ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"ذلک الکتب لا ریب فیہ" ترجمہ: وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔(سورۃ البقرۃ2)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور دوسری جگہ فرمایا: ''انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون'' ترجمہ: بے شک ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں (سورۃ الحجر: 9)

قرآن مجید میں تقریباً ستر آیات عائلی قوانین تقریباً اسی آیات تجارت اور مالی معاملات تقریباً تیرہ آیات حلف، تقریباً دس آیات آئینی وانتظامی امور، تقریباً پچیس آیات بین الاقوامی قوانین اور جنگی قیدیوں سے متعلق ہیں اس طرح قرآن حکیم کی تقریباً چھ سو آیات اسلامی قانون سے متعلق ہے۔42 اور ان آیات کو آیات الاحکام کہا جاتا ہے۔

(2) سنت رسول ﷺ:۔

دوسرا ابنیادی مأ خذ سنت رسول ﷺ ہے سنت سے مراد اللہ کے رسول ﷺ کے وہ الفاظ اور اعمال ہے جو آپ کی ذات گرامی سے صادر ہوئے یا اصحاب رسول ﷺ کے وہ الفاظ یا افعال ہے جن کو دیکھ کر یا سن کر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور انہیں رد نہ فرمایا، یا ان سے اتفاق کیا یا ان پر پسندیدگی کا اظہار کر کے ان کی توثیق کر دی اس توثیق کے بعد اصحاب رسول ﷺ کے اقوال واعمال کو بھی سنت کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔

(3) اجماع:۔

اسلامی قانون کا تیسرا مأ خذ اجماع ہے اجماع کا مطلب یہ ہے کہ ایک زمانے کے تمام صالح مجتہدین امت محمدی ﷺ کا کسی قول یا فعلی امر پر اتفاق کر لینا43۔اس اجماع کی پیروی لازم ہے اور یہ اجماع متعلقہ حکم پر قطعی اور یقینی دلیل تصور ہوگا موجودہ دور میں جب کہ مجتہدین کے ادارے موجود نہیں تو کسی اسلامی ملک کی سب سے بڑی عدالت کے فیصلے کو اجماع کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔(44)

(4) قیاس:۔

چوتھا مأ خذ قیاس ہے۔ایسے واقعہ کو جس کے بارے میں قرآن یا سنت میں کوئی حکم موجود نہ ہو کسی دوسرے واقعہ کے ساتھ جس کے بارے میں قرآن یا سنت میں حکم موجود ہو دونوں واقعات کے حکم کی علت یکساں ہونے کے سبب ملانے کو قیاس کہتے ہیں۔45 مثال کے طور پر عصر حاضر میں چرس اور ہیروئین بہت عام ہیں لیکن ان کے بارے میں قرآن مجید وحدیث میں کوئی واضح حکم موجود نہیں تو ایسی صورت میں فقہائے امت نے چرس اور ہیروئین کو شراب پر قیاس کرتے ہوئے شراب کے احکامات کا اطلاق ان پر کیا ہے۔

(5) اجتہاد:۔

اجتہاد کے لغوی معنی کسی مقصد کو حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کرنا، زحمت، برداشت کرنا، مشقت اٹھانا ہے اصطلاحاً اجتہاد عبارت ہے اس کوشش سے جو کسی قضیے یا حکم شرعی کے بارے میں بحد امکان ذاتی رائے (ظن غالب) قائم کرنے کے لئے کی جائے۔(46)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کے فوجداری نظام میں سزاؤں کی اقسام:۔

مندرجہ بالا ذرائع کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہائے امت نے اسلام کے فوجداری قوانین وضع کئے ہیں ان قوانین کے مطابق سزاوں کو تین اقسام میں منقسم کیا ہے۔

(۱) حدود:۔

عربی زبان میں حد کے لفظی معنی ''دو چیزوں کے درمیان ایسی رکاوٹ جو انہیں آپس میں ملنے نہ دے'' کے ہیں یا کسی چیز کی انتہا کو بھی حد کہتے ہیں۔اسلامی قانون میں حد وہ متعین سزا ہے جو بطور حق اللہ مقرر کی گئی ہے 47۔عدالت یا حکومت کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ ان سزاوں کی نوعیت یا مقدار میں تبدیلی کر سکے۔

(۲) قصاص و دیت:۔

شریعت اسلامیہ نے عمداً قتل اور عمداً زخمی کرنے کی سزا قصاص مقرر کی ہے قصاص کا مطلب یہ ہے کہ مجرم کو اس کے جرم کے برابر سزا دی جائے گی جس طرح اس نے قتل یا زخمی کیا اس طرح اسے قتل یا زخمی کیا جائے۔اسی طرح غلطی سے کسی کو قتل یا زخمی کرنے پر شریعت نے دیت کو بطور سزا مقرر کیا ہے دیت سے مراد وہ مال ہے جو مجرم سے لے کر مقتول کے ولی یا مجروح یا اس کے ولی کو دلوایا جاتا ہے۔

(۳) تعزیرات:۔

تعزیر کے لفظی معنی تادیب کے ہیں شریعت اسلامی نے جس جرم کی سزا کی کوئی حد مقرر نہیں کی یا حدود کے مقامات میں جن میں کسی بھی وجہ سے حد نافذ نہیں کی جا سکتی ان میں عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جرم کے کوائف اور حالات کے پیش نظر اس کے لئے مناسب سزا تجویز کرے اسے تعزیری سزا کہتے ہیں۔

اسلامی حدود کی اقسام:۔

جو جرائم حدود کے زمرے میں آتے ہیں ان کی تعداد چھ ہے:

(1) شراب یا منشیات:۔

چونکہ شراب یا منشیات کچھ دیر کے لئے انسانی عقل کو مفقود کر دیتے ہیں اس لئے اسلام نے نہ صرف ان کو حرام قرار دیا ہے بلکہ شراب پینے پر اسی کوڑوں کی سزا بھی مقرر فرمائی۔

(2) زنا:۔

زنا کا ارتکاب چونکہ انسانی نسب کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر دیتا ہے اس لئے اسلام نے اسے بھی حرام قرار دیا اور اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارتکاب پر غیر شادی شدہ افراد کے لئے سو کوڑوں کی سزا اور شادی شدہ (محصن) کے لئے سنگساری (رجم) کی سزا مقرر فرمائی ہے۔

(3) تہمت زنا (قذف):۔

اسلام نے کسی پر زنا کی تہمت لگانے کو بھی حرام قرار دیا اور اس کے ارتکاب پر 80 کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی۔

(4) چوری اور ڈاکہ زنی:۔

دوسروں کی عزت وآبرو اور مال وجائیداد کو برباد کرنا یا لوٹنا بھی قرآن وسنت میں حرام ہے اور اس کے لئے بھی شریعت نے جرم کی نوعیت کے اعتبار سے ہاتھ کاٹنے سے لے کر جان سے مار دینے تک کی سزائیں مقرر فرمائی ہیں۔

(5) بغاوت:۔

اسلامی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا بھی جرم ہے اور اس کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔

(6) ارتداد:۔

اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جانا بھی شریعت اسلامی میں جرم کے زمرے میں آتا ہے اور اس کی سزا بھی سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ ارتداد کی دو سزائیں ہیں ایک اصلی سزا جو قتل ہے اور دوسری طبعی سزا جو املاک کی ضبطی ہے۔

اسلام کی اخلاقی تعلیمات:۔

جو فعل معاشرے کے لئے نقصان دہ ہو اس کو روکنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ اسے بس قانوناً جرم قرار دیا جائے اور اس کے لئے ایک سزا مقرر کر دی جائے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ چار قسم کی تدابیر اور بھی اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(1) یہ کہ تعلیم وتربیت اور وعظ وتبلیغ کے ذریعے افراد کی ذہنیت درست کی جائے اور ان کی نفس کی اس حد تک اصلاح کر دی جائے کہ وہ خود اس فعل سے نفرت کرنے لگیں اور اسے گناہ تصور کریں۔

(2) یہ کہ معاشرے میں رائے عامہ کو اس گناہ یا جرم کے خلاف اس حد تک تیار کر دیا جائے کہ معاشرے کا اجتماعی ضمیر ایسے جرائم کو برداشت نہ کرے اور عام لوگ اسے عیب تصور کرنے لگیں اور اس کے مرتکب سے نفرت کریں۔

(3) یہ کہ معاشرے سے ایسے تمام اسباب کا قلع قمع کر دیا جائے جو اس جرم کی تحریک پیدا کرنے والے ہوں اور اس کی ترغیب وتحریص دلانے والے ہوں،

(4) معاشرتی زندگی میں ایسی رکاوٹیں پیدا کر دی جائیں کہ اگر کوئی شخص ان جرائم کا ارتکاب کرنا بھی چاہے تو نہ کر سکے (48) ان تدابیر کے حوالے سے قرآن وسنت میں بہت تفصیلی احکامات مذکور ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا“ ترجمہ: اے اولاد آدمؑ اللہ نے تم پر لباس اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لئے اتارا ہے کہ تمہارے جسموں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے موجب زینت ہو(سورۃ اعراف 26)
ارشاد نبوی ﷺ ہے"خدا کی قسم میں آسمان سے پھینکا جاؤں اور میرے دو ٹکڑے ہو جائیں یہ میرے لئے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ میں کسی کے پوشیدہ مقام کو دیکھوں یا کوئی میرے پوشیدہ مقام کو دیکھے(49) گھر کے مردوں کو بغیر اجازت کے اچانک گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمایا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلھم کذلک یبین اللہ لکم ایتہ واللہ علیم حکیم" ترجمہ:اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو چاہئے کہ اسی طرح اجازت لے کر گھر میں آئیں جس طرح ان کے بڑے ان سے پہلے اجازت لے کر آتے تھے۔(سورۃ نور 59)

اس بات سے بھی منع کیا گیا کوئی غیر مرد خلوت میں کسی عورت کے پاس رہے یا اس کے جسم کو مس کرے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے۔"کہ شوہروں کے غیر موجودگی میں عورتوں کے پاس نہ جاؤ کیونکہ شیطان تم میں سے کسی کے اندر خون طرح کی گردش کر رہا ہے(50)
دوسری جگہ فرمایا ہے: جو شخص کسی عورت کا ہاتھ چھوئے گا جس کے ساتھ اس کا جائز تعلق نہ ہو تو اس ہتھیلی پر قیامت کے روز انگارہ رکھا جائے گا۔مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے اظہار زینت کی ممانعت ہے اور ان افراد کی فہرست دی گئی ہے جن کے سامنے خواتین پردے کے بغیر بھی آسکتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:"قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم......" ترجمہ:اے نبی ﷺ مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچے رکھیں اور اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا طریقہ ہے۔یقیناً اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اور مومن عورتوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس زینت کے جو ظاہر ہو جائے اور وہ اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مار لیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے شوہر،سسر،بیٹے،سوتیلے بیٹے،بھائی،بھتیجے،بھانجے اپنی عورتیں اپنے غلام اور وہ مرد خدمت گار جو عورتوں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے وہ لڑکے جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے اگاہ نہیں ہوئے ہیں نیز ان کو حکم دو کہ وہ چلتے وقت اپنے پاوں زمین پر اس طرح مارتی چلیں جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے آواز کے ذریعے اس کا اظہار ہو(سورۃ النور 31.30)
فحاشی وعریانی پھیلانے والوں کو دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:"ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ"
ترجمہ: جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں فحش پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے(سورۃ النور 19)اسلام نے بدکاری سے پاک معاشرہ کے لئے نکاح کا ادارہ قائم کیا ہے اور نکاح کو بہت آسان بنادیا ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ "اے نوجوانوں کی جماعت جو تم میں سے نکاح کا خرچ کر سکے تو اسے چاہئے کہ نکاح کرے کیونکہ نکاح گناہوں کی نیچا کر دینے والا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شرمگاہ کو حرام سے بچانے والا ہے(51)

کچھ شرائط کے تحت چار تک کی اجازت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث وربع فان خفتم الاتعدلوا فواحدة'' ترجمہ: عورتوں میں سے جو تمہارے لئے جائز ہوں ان سے دو دو، تین تین، چار چار تک نکاح کرلو اور اگر ڈر ہو کہ ان کے درمیان عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی پر بس کرو''۔(سورۃ النساء 3)

نکاح وطلاق کے تفصیلی احکامات اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ ہمیں قرآن وحدیث سے ملتے ہیں کوئی بھی معاشرہ ان ساری چیزوں کا اپنی اصل روح کے ساتھ خیال رکھے تو ایسا معاشرہ ایک پاکیزہ معاشرے کا نمونہ بن سکتا ہے لیکن اس سب کچھ کے باوجود کوئی شخص اتنا سرکش اور باغی ہوجائے کہ وہ نہ صرف جرم زنا کے ارتکاب پر آمادہ نظر آئے بلکہ اس کا ارتکاب بھی کرگزرے تو معاشرے کو شکست وریخت سے بچانے کے لئے آخری چارہ کار کے طور پر ضروری ہے کہ اسے ایسی سخت سزادی جائے کہ وہ نہ صرف خود اس جرم کے اعادہ سے عاجز آجائے بلکہ دوسرے ہزاروں انسان بھی جو اس فعل کی جانب قدم اٹھانے والے ہوں اس عبرت ناک سزا کو دیکھ کر خوف زدہ ہوجائیں اور عبرت حاصل کریں کیونکہ شریعت کا اصل مقصود معاشرے کو جرائم سے پاک کرنا ہے نہ یہ کہ لوگ بار بار جرم کریں اور بار بار سزا بھگتیں۔(52)

حضورﷺ کے دور میں یہود کے رجم کا واقعہ:۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ فدک کے لوگوں میں سے ایک شخص نے زنا کرلیا تھا اس پر فدک کے لوگوں نے مدینہ طیبہ کے یہودیوں میں سے کچھ لوگوں کو لکھا کہ ''محمدﷺ سے اس بارے میں پوچھو اگر وہ تمہیں کوڑوں کا حکم دیں تو اسے قبول کرلینا اور سنگساری کا حکم دیں تو قبول نہ کرنا''۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپﷺ سے اس بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا ''میرے پاس اپنے دو آدمی ایسے بھیجو جو تمہارے درمیان سب سے زیادہ علم رکھتے ہوں'' چنانچہ وہ ابن صوریا نامی ایک یک چشم آدمی کو اور ایک اور شخص کو لے آئے ان سے آپﷺ نے پوچھا کیا تم اپنے لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہو؟ انہوں نے کہا جبھی تو ہماری قوم نے ہم سے رجوع کیا ہے آپﷺ نے ان سے فرمایا۔کیا تمارے پاس تورات نہیں ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہو؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ آپﷺ نے فرمایا بس تو میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے بنی اسرائیل کے لئے سمندر کو پھاڑا تم لوگوں پر ابر کا سایہ کیا تمہیں آل فرعون سے نجات دی اور بنی اسرائیل پر من وسلویٰ نازل کیا یہ بتاؤ کہ تم تورات میں رجم کے حکم کے بارے میں کیا پاتے ہو؟ اس پر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا'' آج تک مجھے ایسی قسم نہیں دی گئی'' پھر وہ بولے ہم یہ پاتے ہیں کہ بدنگاہی بھی ایک قسم کا زنا ہے اور بوس وکنار بھی ایک قسم کا زنا ہے لیکن اگر چار آدمی اس بات کی گواہی دے دیں کہ انہوں نے ملزم کو اس طرح دخول کرتے دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی تو اس وقت رجم واجب ہوجاتا ہے'' نبی کریمﷺ نے اس موقعہ پر فرمایا۔بس یہی تو بات ہے اس کے بعد آپﷺ نے اس زانی کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنگسار کرنے کا حکم دیا چنانچہ اسے سنگسار کیا گیا اور رجم کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اے اللہ میں پہلا شخص ہوں جس نے آپ کے حکم کو اس وقت زندہ کیا جب یہ لوگ اسے مردہ کر چکے تھے'' (53)

یہودیوں کے رجم کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ فیصلہ تورات کے احکام کے مطابق فرمایا تھا اس سے اسلامی شریعت کا کوئی حکم ثابت نہیں کیا جا سکتا اس خیال کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اس واقعہ میں حضور ﷺ نے تورات منگوائی اور اس سے رجم کے حکم کو ثابت فرمانے کے بعد رجم فرمایا۔ مندرجہ بالا دلائل اس خیال کی تردید کرتے ہیں۔

(1) سورۃ مائدہ کی جو آیات یہودیوں کے اس واقعے میں نازل ہوئی ہیں ان میں واضح طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: ''وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط'' ترجمہ: اور اگر تم فیصلہ کرو تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرو (سورۃ المائدۃ 42)

اس آیت میں قرآن کریم نے حضور ﷺ کو یہ حکم دیا کہ ان یہودیوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ فرمائیں اور اس کے مطابق آپ نے ان کو رجم فرمایا ظاہر ہے انصاف سے مراد وہ عمل ہے جو حضور ﷺ کے نزدیک انصاف ہو اب اگر سنگسار کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہوتا اور اسلامی شریعت میں باقی نہ ہوتا تو یہ نافذ نہ کیا جاتا اسی لئے اس آیت کا مطلب مفسرین نے یہی بیان کیا کہ ان غیر مسلموں کے درمیان فیصلہ کرو تو اسلامی احکام کے مطابق کرو۔ ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں جب آپ کے پاس مشرکین آئیں اور آپ سے فیصلہ کرانا چاہیں تو آپ ان پر مسلمانوں کا حکم جاری کریں۔ (54)

(2) آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ ''فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوآءھم عما جاءک من الحق'' ترجمہ: پس آپ ان کے درمیان اس حکم کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے اور آپ کے پاس جو حق آ چکا ہے اس کو چھوڑ کر ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں (سورۃ المائدۃ 38)

حضرت عبداللہ بن عباس اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ ''بما انزل اللہ'' سے مراد اللہ کی حدود ہیں (55) حافظ ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ ''اے محمد ﷺ آپ اہل کتاب اور مشرکین کے درمیان اس کتاب اور ان احکام کے مطابق فیصلہ کریں جو آپ پر نازل ہوئے ہیں خواہ وہ آپ کے پاس حدود کا کوئی مقدمہ لے کر آئیں یا زخموں یا قصاص کا لہٰذا آپ زانی شخص کو سنگسار کریں (56)

(3) انہی آیات میں کئی جگہ سنگسار کرنے کو حکم اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور جو حکم منسوخ ہو چکا ہے اس حکم اللہ نہیں کہا جا سکتا۔

(4) حضرت ابو ہریرہؓ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہودیوں میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کر لیا تھا انہوں نے آپس میں کہا کہ چلو نبی ﷺ کے پاس چلیں اس لئے کہ یہ آسان احکام دے کر بھیجے گئے ہیں لہٰذا انہوں نے اگر رجم سے کمتر کوئی فتویٰ دیا تو ہم اسے قبول کر لیں گے اور وہ اللہ کے یہاں بھی دلیل بنے گی ہم کہیں گے کہ آپ کے انبیاء میں سے ایک نبی کا فتویٰ تھا (57)

اس سے صاف واضح ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے تورات کا حکم معلوم کرنے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے رجوع نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود حضور ﷺ کی شریعت کا حکم اور فیصلہ معلوم کرنا چاہتے تھے اب یہ بات نہ تو ممکن ہے اور نہ جائز کہ کفار مسلمان قاضی کے پاس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جرم وسزا کے معاملات میں مسلمانوں کے قانون کے مطابق فیصلہ کرانے آئیں اور مسلمان قاضی اسلامی قانون کے بجائے غیر مسلموں کے قانون کے مطابق فیصلہ کرے لہٰذا اس فیصلے کی کوئی معقول توجیہ اس کے سوا نہیں ہے کہ یہ اسلامی قانون کے مطابق تھا۔

(5) یہ بات متعدد روایتوں میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے رجم سے فارغ ہو کر فرمایا کہ آج سے یہود و نصاریٰ اور ان کے سوا دوسرے مذاہب کے لوگوں کے معاملات میں ہم ہی فیصلے کیا کریں گے۔(58)

(6) آپ ﷺ کے یہ الفاظ حضرت جابرؓ نے بھی نقل فرمائے ہیں کہ اب تمہارے معاملات میں ہم فیصلہ کریں گے(59) ان الفاظ کا مطلب بھی یہ نکلتا ہے کہ اب مسلمان ہی اس قسم کے معاملات میں غیر مسلموں پر اپنے قانون کے مطابق فیصلے کیا کریں گے۔

(7) امام ابوبکر جصاص نے اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے اس بات کے بڑے معقول دلائل پیش کیے ہیں کہ یہودیوں کا رجم کرنا اسلامی شریعت کے مطابق تھا نہ کہ یہودیوں کی شریعت کے مطابق وہ فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ نے جو یہودیوں کو رجم فرمایا اس میں دو ہی احتمال ممکن ہے ایک یہ کہ آپ نے تورات کے حکم کے مطابق عمل فرمایا ہو دوسرا یہ کہ آپ کی شریعت کا مستقل حکم ہو اگر آپ ﷺ نے تورات کے مطابق رجم کیا تھا تب بھی (آپ کے عمل فرمانے کی بناء پر) یہ آپ ہی کی شریعت بن گیا کیونکہ گزشتہ انبیاء کی شریعتوں میں جو احکام حضور ﷺ کے وقت تک باقی رکھے گئے وہ ہمارے نبی ﷺ کی بھی شریعت بن گئے جب تک کہ ان کا نسخ ثابت نہ ہو اور اگر آپ نے یہ رجم خود اپنی شریعت کے مطابق فرمایا تھا تب بھی یہ حکم ہمیشہ کے لئے ثابت ہو گیا کیونکہ اس کے بعد کوئی ایسی دلیل نہیں آئی جو اس حکم کو منسوخ کر دے۔ اور صحیح یہی ہے کہ رجم نبی ﷺ نے اپنی مستقل شریعت کے مطابق فرمایا تھا تورات کے حکم کو باقی رکھتے ہوئے نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں زانیوں کی سزا قید اور تکلیف پہنچانا تھی (سورۃ النساء 15,16) اور اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں کا حکم یکساں تھا جس سے صاف واضح ہے کہ تورات میں اللہ نے جس رجم کا حکم دیا تھا وہ قرآن کریم نے منسوخ کر دیا تھا (لہٰذا اب یہودیوں کو رجم کرنا اسلامی شریعت کے نئے حکم کا اعلان تھا نہ کہ تورات کے پچھلے حکم کو باقی رکھنا۔(60)

ان دلائل کی روشنی میں اس بات میں شبہ نہیں رہتا کہ نبی ﷺ نے سنگسار کرنے کا حکم تورات اور یہودیوں کے قانون کے مطابق نہیں دیا تھا بلکہ خود اپنے قانون کے مطابق فرمایا تھا البتہ چونکہ اس معاملے میں تورات اور اسلامی شریعت یکساں ہو گئے تھے اس لئے یہودیوں پر حجت پوری کرنے کے لئے آپ نے تورات منگوا کر اس سے بھی رجم کا حکم ثابت فرمایا تا کہ یہودیوں کے لئے خود ان کے مذہب کے مطابق بھی کسی اعتراض یا فرار کی گنجائش باقی نہ رہے 61۔ لہٰذا اس واقعہ سے بھی یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے۔ کہ اسلام کے فوجداری قوانین کا اطلاق غیر مسلموں پر بھی ہو گا اور انہیں ان قوانین سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ولی کی اجازت کے بغیر خاتون کے نکاح کا مسئلہ:۔

ولی کے اجازت کے بغیر نوجوان لڑکیوں کے نکاح کر لینے کا رجحان ہمارے معاشرے میں روز افزوں بڑھ رہا ہے اور اس کے نتیجے میں کاروکاری یا غیرت کے نام پر قتل کی خبریں بھی سننے میں آتی ہے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد ایسے ہی واقعات کے نتیجے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں جیلوں میں بند ہے یا عدالتوں اور کچہریوں میں مقدمات کا سامنا کر رہی ہے سینکڑوں والدین اور خاندانوں کو انہیں واقعات کی وجہ سے بے عزتی، خفت اور اہانت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ولی کون ہو سکتا ہے:۔

ولی کے لغوی معنی قریب ہونا، کسی کی حفاظت کرنا، قریبی دوست، سرپرست، محسن اور حمایتی کے ہیں اصطلاح میں ولی سے مراد کسی بھی لڑکی کا قریب ترین عاقل بالغ مسلمان رشتہ دار ہے جو اس کی اجازت سے اس کا نکاح کرانے کا اختیار رکھتا ہو مثال کے طور پر باپ، دادا بھائی وغیرہ

لڑکی کی رضامندی کے بغیر نکاح باطل ہے:۔

اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ ایک عاقل بالغ لڑکی کی مرضی کی بغیر اس کا نکاح نہیں کیا جا سکتا چاہے نکاح کرنے والا باپ ہی کیوں نہ ہو جس نکاح میں عورت کی طرف سے رضامندی شامل نہ ہو اس میں سرے سے ایجاب ہی موجود نہیں ہوتا کہ ایسا نکاح منعقد ہو سکے نکاح کے معاملے میں اصل فریقین مرد اور عورت ہیں نہ کہ مرد اور اولیائے عورت۔

اسی بناء پر نکاح ناکح اور منکوحہ کے درمیان ہوتا ہے مندرجہ ذیل احادیث بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں۔

☆ حضرت خنسہ بنت خزامؓ سے مروی ہے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا جب کہ وہ شوہر دیدہ تھیں اور انہوں نے اسے ناپسند کیا چنانچہ وہ رسول ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے اس نکاح کو رد کر دیا۔(62)

☆ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے ذکر کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا ہے لیکن وہ اسے ناپسند کرتی ہے تو آپ ﷺ نے اسے اختیار دے دیا(63)

لیکن اصل سوال یہ ہے کہ کیا ایک عاقل بالغ نوجوان لڑکی کو شریعت نے ولی کے اجازت کے بغیر اپنی پسند سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے یا نہیں۔ اس مسئلے پر ہمیشہ اختلاف رائے رہا ہے اور دو آراء سامنے آتی رہی ہے پہلی رائے یہ ہے کہ ایک نوجوان عاقل بالغ لڑکی کو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کا اختیار ہے جب کہ دوسری رائے اس کے برعکس ہے۔

پہلی رائے رکھنے والے مکتبہ فکر کے دلائل:۔

پہلی رائے رکھنے والے اپنی رائے کے حق میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتا ہے:

☆ ولی کی اجازت کے بغیر اپنی آزاد مرضی سے نکاح کرنے کا حق آئینِ پاکستان میں دیئے گئے بنیادی حقوق میں سے ایک ہے۔

☆ نکاح بھی دراصل ایک معاہدہ ہے اس معاہدہ میں بھی ایک عام معاہدہ کے تینوں اجزاء یعنی ایجاب، قبول، اور عوض پائے جاتے ہیں جس طرح ایک عاقل بالغ عورت مالی اور جائیداد کے معاملات میں ولی کی اجازت کے بغیر اپنی آزاد مرضی سے کسی بھی شخص کے ساتھ معاہدہ کرنے کا حق رکھتی ہے اسی طرح معاہدہ نکاح میں بھی اسے یہ حق حاصل ہے کیونکہ اس معاہدہ میں بھی عام معاہدہ کے تینوں اجزاء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی ایجاب، قبول، اور حق مہر کی صورت میں عوض موجود ہیں۔ اہل تشیع اور فقہاء بھی اس رائے کے حامی ہیں اور وہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں۔

☆ ''فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنكح زوجا غیره''

ترجمہ: پھر اگر شوہر عورت کو طلاق دے دے تو اس کے بعد جب تک وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے تو پہلے شوہر پر حلال نہ ہوگی (سورۃ البقرۃ 230)

☆ ''واذ طلقهم النساء فبلغن اجلهن فلاتعضلوا هن ان ینكحن ازواجهن اذا تراضوا بینهم بالمعروف''

ترجمہ: اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو ان کے دوسرے شوہروں کے ساتھ جب وہ آپس میں جائز طور پر راضی ہو جائیں تو ان کو نکاح کرنے سے مت روکو۔ (سورۃ البقرۃ 232)

☆ ''والذین یتوفون منكم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا فاذا بلغن اجلهن فلا جناح علیكم فیما فعلن فی انفسهن بالمعروف''

ترجمہ: تم میں جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ چار ماہ اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں اور جب عدت پوری کر چکیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام یعنی نکاح کر لیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ (سورۃ البقرۃ 243)

ان آیات کریمہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ چونکہ ان میں نکاح کرنے کی نسبت عورتوں کی طرف ہے۔ اس لئے ایک عاقلہ اور بالغہ عورت اپنے نکاح کے سلسلے میں خود مختار ہے۔

وفاقی شرعی عدالت نے بھی ایک مقدمہ ''امتیاز حسین بنام سرکار'' میں اس مسئلہ پر بحث کے بعد رائے دی ہے کہ ''بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد ایک لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کو اجازت لئے بغیر اپنی جائیداد کے معاملات طے کر سکتی ہے لہٰذا یہی حق اسے نکاح کے معاملے میں بھی دیا گیا ہے کہ وہ ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کر لیں (64)

لاہور ہائیکورٹ کے تین رکنی بینچ نے ایک مشہور مقدمہ ''عبدالواحد بنام عاصمہ جہانگیر'' میں چوراسی صفحات پر مشتمل اپنے تفصیلی فیصلہ میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور ایک مقابلے میں دو ججز کی اکثریتی رائے یہ ہے کہ اگر ایک عاقل بالغ لڑکی اپنی آزاد مرضی سے نکاح کر لیں تو اسے باطل (invalid) قرار نہیں کیا جا سکتا لیکن اپنے اس فیصلے نے انہوں نے مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار بھی کیا ہے۔

1: اسلام میں مرد اور عورتوں کے درمیان شادی سے پہلے کے تعلقات، خفیہ دوستیاں اور خفیہ نکاح ممنوع ہے۔

2: نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا اپنے جیون ساتھی کی تلاش میں نکل کھڑے ہونا اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہے خاوند کی تلاش کی مہم بہت سے خطرات کو دعوت دیتی ہے جس کی بہر حال حمایت نہیں کی جا سکتی۔

3: اسلامی معاشرے میں والدین اور خاندان خصوصی اہمیت کے حامل ہیں یہ تو ممکن نہیں کہ والدین یا خاندان والوں کو یہ حق دیا جائے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ ایک لڑکی کی زبردستی شادی کریں تاہم یہ ان کا حق ضرور ہے کہ انہیں زندگی کے اس اہم معاملے میں مشورہ میں شامل کیا جائے اور ان کی رائے کا احترام کیا جائے۔

4: اسلامی تعلیمات اور ہماری معاشرتی اقدار کی روشنی میں درست راستہ بھی یہی ہے کہ یہ کام والدین اور خاندان کے بڑوں پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ اس معاملے میں تحقیق و جستجو کریں اور جو مناسب تجاویز سامنے آئیں وہ لڑکی یا لڑکے کے سامنے رکھ دی جائیں اور انہیں یہ اختیار دیا جائے کہ وہ ان میں سے بہترین کا فیصلہ کریں۔

5: شادی سے پہلے یا بغیر شادی کے تعلقات اور خفیہ شادیوں کے بارے میں قانون سازی کی جائے اور اسے ایک تعزیری جرم قرار دیا جائے۔(65)

دوسری رائے رکھنے والے مکتبہ فکر کے دلائل:۔

☆ گھروں سے بھاگ کر اپنی مرضی سے نکاح کر لینے کا رواج مغرب کے آزاد معاشرے سے مماثلت رکھتا ہے جو مسلم معاشرے کے لئے تباہ کن ہے۔

☆ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لینے کی اجازت دینے کا مطلب یہ ہے کہ مردوں اور خواتین کو آزادانہ میل جول کی اجازت دے دی جائے جو اسلامی تعلیمات کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

☆ قرآن مجید کی متعدد آیات میں والدین کے حکم کو ماننا فرض قرار دیا گیا ہے الا یہ کہ وہ شریعت کے خلاف کوئی حکم دیں شرک کا حکم دیں یا ان کا کوئی حکم بدنیتی پر مبنی ہو۔

☆ نکاح کو عام معاہدہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حق مہر عوض نہیں بلکہ ایک تحفہ ہے قرآن مجید میں حق مہر کے لئے "نحلہ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کی معنی تحفہ کے ہیں لہٰذا نکاح کو ایک عام معاہدہ پر قیاس کرنا درست نہیں۔

مالکی، شافعی، حنبلی اور اہل حدیث فقہاء کی بھی رائے یہی ہے اور وہ اپنی رائے کے حق میں درج ذیل احادیث پیش کرتے ہیں۔

☆ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو عورت بھی اپنی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے پس اگر جھگڑا ہو تو جس عورت کا ولی نہیں تو سلطان اس کا ولی ہے(66)

☆ حضرت ابو موسیٰؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ولی کے بغیر کوئی نکاح جائز نہیں۔(67)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک عورت دوسری عورت کا نکاح نہ کریں اور نہ کوئی عورت خود اپنا نکاح کرے۔(68)

☆ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا بھی یہی نقطہ نظر ہے کہ ولی کے بغیر عقد نکاح صحیح نہیں (69)

مذکورہ بالا دلائل پر ایک نظر ڈالنے سے محسوس ہوتا ہے کہ دونوں طرف کافی وزن ہے اور یہ کہنا آسان نہیں کہ کس فریق کا مسلک غلط ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآنی آیات اور احادیث باہم متضاد ہیں تو ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ شریعت کا پورا نظام شارع کی حکمت کاملہ پر دلالت کرتا ہے اور حکیم سے متضاد احکام کا صدور ممکن نہیں اس لئے دونوں مکاتب فکر کے دلائل کے پیش نظر ہماری رائے بھی وہی ہے جو اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی ایک رپورٹ میں دی ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے یہ ہے کہ:

''اگر کوئی شوہر دیدہ (مطلقہ یا بیوہ) اپنی مرضی سے نکاح کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں سورۃ البقرۃ کی متذکرہ بالا تینوں آیات جن میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے دراصل شوہر دیدہ خواتین کے بارے میں ہیں جب کہ کنواری کے نکاح کی صورت میں مناسب تر یہی ہے کہ اس کا نکاح ولی کی رضامندی سے ہو''(70)

یہاں ضمنی طور پر دو باتوں کا تذکرہ مفید ہوگا:۔

(1) ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے واقعات میں روز افزوں اضافے کی وجوہات کیا ہیں۔

اس سوال کا سادہ سا جواب تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ذرائع ابلاغ کے منفی کردار نے ہماری نوجوان نسل کو بے راہ روی کی طرف مائل کر دیا ہے اور ہماری نوجوان نسل ٹی وی ڈراموں، فیچر فلموں، موسیقی، شاعری اور افسانوں سے ملنے والے سبق کے زیر اثر اس طرف مائل ہو رہی ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ بات نظر انداز نہیں کیا جاسکتی کہ اس سب کچھ کے باوجود ہمارے معاشرتی نظام میں دینی تعلیمات اور مشرقی روایات کی جڑیں اتنی گہری ہیں کہ ذرائع ابلاغ کا منفی کردار ہماری نوجوان نسل کے اخلاق و کردار کو بہت زیادہ نقصان پہنچانے میں کامیابی حاصل نہیں کرسکا اس لئے ہمیں اس کی وجوہات پر بھی غور کرنا ہوگا۔

جس معاشرے میں وٹہ سٹہ کی شادی، شادی کے نام پر لڑکیوں کو فروخت کرنا محض جائیداد کے بٹوارے سے بچنے کے لئے خواتین کی شادی قرآن سے کر دینا یا کسی قاتل کی بیٹی یا بہن کو بطور جرمانہ مقتول پارٹی کے کسی فرد کے نکاح میں دینے کی فضول رسمیں موجود ہوں وہاں گھر سے بھاگ کر ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لینے کے واقعات میں اضافہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔

اس کی ایک اور بڑی وجہ والدین کا لڑکیوں کی ان کی مرضی کے خلاف بے جوڑ شادیاں کرنا ہے مثال کے طور پر اڈیالہ جیل راولپنڈی میں بند ایک ملزمہ نے ویمن ایڈ ٹرسٹ کے وکلاء کو بتایا کہ کس طرح اس کے والدین نے اس کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح ایک ایسے شخص سے کر دیا جس سے وہ سخت نفرت کرتی تھی۔ اور نکاح نامہ پر زبردستی انگوٹھے لگوانے کے بعد اسے نیم بے ہوشی کی حالت میں رخصت کیا گیا لیکن ہوش آتے ہی وہ وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی جس پر اس کے خاوند نے اسے ایک اور فرد کے ساتھ نتھی کرتے ہوئے اس کے خلاف دفعہ نمبر 16 کے تحت مقدمہ درج کروانے کے بعد اسے جیل بھجوا دیا۔ ایسے حالات میں ایک لڑکی کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ یا تو اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر خاموشی اختیار کر لے یا پھر ولی کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی کی شادی کر کے نہ صرف اپنے خاندان کی عزت کا بٹہ لگائے بلکہ طویل عدالتی کا سامنا بھی کرے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرنے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے معاشرتی نظام میں ایک لڑکی کو وہ مقام نہیں دیا جاتا جو اس کا دین اسے دیتا ہے۔ اس کی والدین اور دیگر اہل خانہ کی عدم توجہ اس کے احساسات اور جذبات کو نظر انداز کر دینے کا رویہ بھی اسے اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ وہ بھی اپنے اہل خانہ کی عزت و ناموس کو نظر انداز کرتے ہوئے محبت اور توجہ کہیں اور تلاش کرے اور انتہائی قدم کے طور پر اپنے خاندان کی مرضی کے خلاف شادی کر لے۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ ولی اور عاقل بالغ لڑکی کے درمیان اختلاف کی صورت میں کوئی مناسب اور باعزت عدالتی طریق کار وضع کیا جائے اور اس سلسلہ میں باقاعدہ قانون سازی کی جائے اس حوالے سے ایک مجوزہ طریقہ کار سفارشات میں پیش کیا گیا ہے۔

سفارشات:۔

1: حد زنا آرڈی نینس کے مقاصد اور اس کی اصل روح سے روشناس کروانے کے لئے جج، وکلاء، علمائے کرام، خواتین کی تنظیموں کے نمائندوں اراکین پارلیمنٹ اور پولیس افسران کے لئے ورکشاپس، سیمینارز اور ریفریشر کورسز کا اہتمام کیا جائے تاکہ اس آرڈی نینس کے اصل مقاصد کا حصول ممکن ہو اور اسے کسی بھی طبقے کے خلاف استحصال کے لئے استعمال نہ کیا جائے،

2: حد زنا آرڈی نینس کے تحت درج ہونے والے مقدمات کی سماعت کے لئے وفاقی شرعی عدالت کی زیر نگرانی الگ سے عدالتیں قائم کی جائیں جب تک یہ ممکن نہ ہو تو ان مقدمات کی سماعت کا اختیار ایسے سیشن یا ایڈیشنل سیشن جج صاحبان کو دیا جائے جو اس حوالے سے ضروری تربیت حاصل کر چکے ہوں نیز ایسی عدالتوں کی سماعت کے لئے دیگر مقدمات کم تعداد میں دیئے جائیں تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ ان مقدمات کی سماعت کر سکیں اور ان مقدمات کی حساسیت کے پیش نظر انہیں جلد سے جلد نپٹا سکیں۔

3: جب تک ہماری پولیس سسٹم کے اندر کوئی انقلابی تبدیلی واقع نہیں ہوتی اس آرڈی نینس کے تحت مقدمات کے اندراج سے لے کر تکمیل تفتیش تک کے تمام اختیارات پولیس سے واپس لے لیے جائیں ایسے تمام مقدمات استغاثہ کی صورت میں براہ راست عدالت میں دائر کئے جائیں اور عدالت خود ان مقدمات کی تفتیش کریں اور صرف انتہائی ضرورت کے تحت کوئی بھی معاملہ کسی تفتیشی ایجنسی کو بھیجا جائے تاہم اس بات کا یقین کر لیا جائے کہ اس ایجنسی کے متعلقہ اہلکار دیانتدار اور آمین ہونے کی شہرت رکھتے ہوں نیز ایسے مقدمات کی تفتیش اور سماعت کے لئے معیاد کا تعین کر دیا جائے۔

4: زنا بالجبر کے ارتکاب پر حد زنا کی بجائے حد حرابہ کا نفاذ کیا جائے اور حد حرابہ کے لئے جو معیار ثبوت مطلوب ہے وہی زنا بالجبر کے ارتکاب کے ثبوت کے لئے بھی ہو اس حوالے سے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی روشنی میں قانون میں ضروری تبدیلیاں کی جائیں

5: اس آرڈی نینس کے تحت تعزیری سزاوں میں سزائے قید کو بنیادی سزا کے بجائے ثانوی سزا قرار دیا جائے اور جسمانی سزا یعنی کوڑوں کی سزا کو بنیادی سزا قرار دیا جائے۔ تاکہ جیلوں پر دباو کم ہو اور وہ قیدیوں کی اصلاح و تربیت کے لئے اپنا اصل کردار صحیح طور پر ادا کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے قابل ہوسکیں۔

6: وٹہ سٹہ کی شادی، قرآن کے ساتھ شادی، پیسوں کے بدلے شادی اور قاتل کی بہنوں بیٹیوں کے مقتول کے ورثاء سے جرمانے کے طور پر شادی وغیرہ کی ظالمانہ رسموں پر پابندی لگائی جائے اور انہیں قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

7: ولی کے اجازت کے بغیر نکاح کے سلسلے میں ایک ایسا عدالتی طریقہ کار وضع کیا جائے جس کے تحت نہ صرف ایک عاقل بالغ لڑکی کے حقوق کا تحفظ ہوسکے بلکہ والدین بھی خفت اور بے عزتی سے محفوظ رہ سکیں ہماری رائے میں ایک عاقل بالغ لڑکی اور اس کے ولی کے درمیان اختلاف کی صورت میں ہر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ بند کمرے میں ایسے معاملات کی سماعت کرے اور جلد از جلد ایسی درخواستوں کا فیصلہ کرے۔ دوران سماعت ایسی لڑکیوں کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے اور اس کے لئے حکومتی سطح پر دارالامان کی طرح کے ادارے ہر ضلع میں قائم کیے جائیں اور اگر عدالت یہ محسوس کرے کہ لڑکی کا موقف درست ہے تو اپنی نگرانی میں اس کے نکاح کا بندوبست کرے نیز ایسے تمام معاملات کی اخبارات میں رپورٹنگ پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔

8: حدزنا آرڈی نینس کی دفعہ نمبر 5 اور 10 کے تحت مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت محض شک کا فائدہ دے کر ملزم کو بری نہ کیا جائے بلکہ عدالت کی یہ ذمہ داری ہو کہ وہ اس بات تعین کرے کہ الزام جھوٹا تھا۔ ایسی صورت میں عدالت از خود مستغیث کو قذف کی سزا دے اور بری ہونے والے ملزم کا مستغیث بن کر عدالت میں آنے کا انتظار نہ کرے دیگر دفعات کے تحت بھی جھوٹے مقدمات کا اندراج کروانے والوں کے لئے مناسب سزا تجویز کی جائے۔

9: تمام شہریوں کو قانون کی تعلیم دینے کا بندوبست کیا جائے خاص طور پر نکاح وطلاق کے قوانین کے بارے میں خواتین کو ضروری آگہی دی جائے۔

10: میڈیا کے کردار کو اسلامی اقدار و روایات سے ہم آہنگ کیا جائے۔

بشکریہ

ویمن ایڈ ٹرسٹ پاکستان

نوٹ:۔

اس موضوع کو مکمل طور سے سمجھنے کے لئے مضمون کی پہلی قسط شائع شدہ ''المباحث الاسلامیہ'' ج ۲ شمارہ ۲۔

دوسری قسط ''المباحث الاسلامیہ'' ج ۲ شمارہ ۳ کو رجوع کیا جائے۔

(ادارہ)

© rasailojaraid.com